



فَسُبْحَانَ الَّذِي بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ



پس پاک ہے وہ ذات جس کے ہاتھ میں ہے مکمل اقتدار ہر چیز کا اور اسی کی طرف تم پلائے جانے والے ہو۔

تفسیر ابن کثیر

علامہ عبدالدین ابن کثیر

مترجم

مولانا محمد صاحب جو ناگرھی

یس

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حدیث میں ہے:

مَنْ قَرَأَ يَسَ فِي لَيْلَةٍ أَصْبَحَ مَغْفُورًا لَهُ، وَمَنْ قَرَأَ حَمَّ النَّبِيِّ يُذَكَّرُ فِيهَا الدُّخَانُ أَصْبَحَ مَغْفُورًا لَهُ
جو شخص رات کو سورہ یسین پڑھے اسے بخش دیا جاتا ہے اور جو سورہ دخان پڑھے اسے بھی بخش دیا جاتا ہے۔

مسند احمد کی حدیث میں ہے:

سورہ بقرہ قرآن کی کوہان ہے اور اس کی بلندی ہے۔ اس کی ایک ایک آیت کے ساتھ اسی اسی فرشتے اترتے ہیں۔ اس کی ایک آیت یعنی آیت الکرسی عرش کے نیچے سے لائی گئی ہے۔ اور اس کے ساتھ ملائی گئی ہے۔ سورہ یسین قرآن کا دل ہے اسے جو شخص نیک نیتی سے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے پڑھے اس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

اسے ان لوگوں کے سامنے پڑھو جو سکرات کی حالت میں ہوں۔

بعض علماء کرام کا قول ہے کہ جس کام کے وقت سورۃ یس پڑھی جاتی ہے اللہ تعالیٰ اسے آسان کر دیتا ہے۔ مرنے والے کے سامنے جب اس کی تلاوت ہوتی ہے تو رحمت و برکت نازل ہوتی ہے اور روح آسانی سے نکلتی ہے واللہ تعالیٰ اعلم
بزار میں فرمان رسول اللہ ہے:

میری چاہت ہے کہ میری امت کا ہر ہر فرد کو یہ سورت یاد ہو۔

یس (۱)

یس

حروف مقطعات جو سورتوں کے شروع میں ہوتے ہیں جیسے یہاں یس ہے انکا پورا بیان ہم سورۃ بقرہ کی تفسیر کے شروع میں کر چکے ہیں۔
بعض لوگوں نے کہا ہے کہ یس سے مراد اے انسان ہے۔ بعض کہتے ہیں حبشی زبان میں اے انسان کے معنی میں یہ لفظ ہے۔

وَالْقُرْآنَ الْحَكِيمَ (۲)

قسم ہے قرآن با حکمت کی

إِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ (۳)

کہ بے شک آپ مجملہ پیغمبروں کے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قسم ہے محکم اور مضبوط قرآن کی جس کے آس پاس بھی باطل چٹک نہیں سکتا کہ بالیقین اے محمد آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ سچے اچھے مضبوط اور عمدہ سیدھے اور صاف دین پر آپ ہیں۔

عَلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ (۴)

سیدھے رستے پر ہیں۔

یہ صراط مستقیم رب رحمن اور رحیم کی ہے۔

تَنْزِيلَ الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ (۵)

یہ قرآن اللہ تعالیٰ زبردست مہربان کی طرف سے نازل کیا گیا ہے

یہ دین اسی کا اتارا ہوا ہے جو عزت والا اور مومنوں پر خاص مہربانی کرنے والا ہے۔ جیسے فرمان ہے:

وَإِنَّكَ لَتَهْدَىٰ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ

صِرَاطِ اللَّهِ الَّذِي لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ أَلَا إِلَى اللَّهِ تَصِيرُ الْأُمُورُ (52:42-53)

تو یقیناً راہِ راست کی رہبری کرتا ہے جو اس اللہ تعالیٰ کی سیدھی راہ ہے جو آسمان و زمین کا مالک ہے اور جس

کی طرف تمام امور کا انجام ہے۔

لِنُنذِرَ قَوْمًا مَّا أُنذِرَ آبَاؤُهُمْ فَهُمْ غَافِلُونَ (٦)

کہ آپ ایسے لوگوں کو ڈرائیں جن کے باپ دادا انہیں ڈرائے گئے تھے سواسی سے یہ بے خبر ہیں۔

تاکہ تو عربوں کو ڈرائے جن کے بزرگ بھی ہوشیار نہیں کئے گئے جو محض غافل ہیں۔

ان کا تمہا ذکر کرنا اس لئے نہیں کہ دوسرے اس تنبیہ سے الگ ہیں جیسے کہ بعض افراد کے ذکر سے عام کی نفی نہیں ہوتی۔ حضورؐ کی بعثت عام تھی ساری دنیا کی طرف۔

لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلَىٰ أَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ (٧)

ان میں سے اکثر لوگوں پر بات ثابت ہو چکی ہے۔ سو یہ لوگ ایمان نہ لائیں گے۔

اکثر لوگوں پر اللہ تعالیٰ کے عذابوں کا قول ثابت ہو چکا ہے۔ انہیں تو ایمان نصیب نہیں ہونے کا وہ تو تجھے جھٹلاتے ہی رہیں گے۔

اللہ کو ہر چیز کا علم ہے:

إِنَّا جَعَلْنَا فِي أَعْنَاقِهِمْ أَغْلَالًا ...

ہم نے انکی گردنوں میں طوق ڈال دیئے ہیں

فَهِيَ إِلَى الْأَذْقَانِ فَهُمْ مُقْمَحُونَ (٨)

پھر وہ ٹھوڑیوں تک ہیں جن سے ان کے سراو پر کوالٹ گئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان بد نصیبوں کو ہدایت تک پہنچنا بہت مشکل بلکہ محال ہے۔ یہ تو ان لوگوں کی طرح ہیں جن کے ہاتھ گردن تک باندھ دیئے جائیں اور ان کا سراو نچا جا رہا ہو۔

گردن کے ذکر کے بعد ہاتھ کا ذکر چھوڑ دیا۔ لیکن مراد یہی ہے کہ گردن ملا کر ہاتھ باندھ دیئے گئے ہیں اور سراو نچے ہیں اور ایسا ہوتا ہے کہ بولنے میں ایک چیز کا ذکر کے دوسری چیز کو جو اسی سے سمجھ لی جاتی ہے اس کا ذکر چھوڑ دیتے ہیں۔

غسل کہتے ہیں دونوں ہاتھوں کو گردن تک پہنچا کر گردن کے ساتھ جکڑ بند کر دینے کو۔ اس لئے گردن کا ذکر کیا اور ہاتھوں کا ذکر چھوڑ دیا۔ مطلب یہ ہے کہ ہم نے ان کے ہاتھ انکی گردنوں سے باندھ دیئے ہیں۔ اس لئے وہ کسی کا رخیر کی طرف ہاتھ بڑھا نہیں سکتے۔ ان کے سراو نچے ہیں۔ ان کے ہاتھ ان کے منہ پر ہیں۔ وہ ہر بھلائی سے بے بس ہیں۔

وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَعْشَيْنَاهُمْ ...

اور ہم نے ایک آڑان کے سامنے کردی اور ایک آڑان کے پیچھے کردی جس سے ہم نے ان کو گھیر دیا

گردنوں کے اس طوق کے ساتھ ہی ان کے آگے دیوار ہے یعنی حق سے روک ہے۔ پیچھے بھی دیوار ہے یعنی حق سے روک ہے۔ اس وجہ سے تردد میں پڑے ہوئے ہیں۔ حق کے پاس آ نہیں سکتے۔ مخالفتوں میں گھرے ہوئے ہیں آنکھوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں۔ حق کو دیکھ ہی نہیں سکتے۔ نہ حق کی طرف راہ پائیں نہ حق سے فائدہ اٹھائیں۔

ابن عباسؓ کی قرأت میں **فا عشيئناهم** عین سے ہے یہ ایک قسم کی آنکھ کی بیماری ہے جو انسان کو نابینا کر دیتی ہے۔ پس اسلام و ایمان کے دوران کے درمیان جو طرفہ روک ہے جیسے اور آیت میں ہے:

إِنَّ الَّذِينَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ

وَلَوْ جَاءَتْهُمْ كُلُّ آيَةٍ حَتَّىٰ يَرَوْا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ (96:10-97)

جن پر تیرے رب کا کلمہ حق ہو چکا ہے وہ ایمان لانے کے ہی نہیں۔ کو تو انہیں سب آیتیں بتا دے یہاں تک کہ وہ دردناک عذابوں کو خود دیکھ لیں۔

...فَهُمْ لَا يَبْصُرُونَ (۹)

سو وہ نہیں دیکھ سکتے۔

جیسے اللہ روک دے وہ کہاں سے روک سکتے۔

ایک مرتبہ ابو جہل ملعون نے کہا اگر میں محمدؐ کو دیکھ لوں تو یوں کروں گا اور وہوں کروں گا۔ اس پر یہ آیتیں اتریں۔

لوگ اس سے کہتے تھے یہ ہیں محمدؐ لیکن اسے آپؐ دکھائی نہیں دیتے تھے اور پوچھتا تھا کہاں ہیں کہاں ہیں؟

ایک مرتبہ اس ملعون نے ایک مجمع میں کہا تھا کہ دیکھو یہ کہتا ہے کہ اگر تم اس کی تابعداری کرو گے تو تم بادشاہ بن جاؤ گے۔ اور مرنے کے بعد جہنم میں ہو جاؤ گے۔ اور اگر تم اس کا خلاف کرو گے تو یہاں ذلت کی موت مارے جاؤ گے اور وہاں عذابوں میں گرفتار ہو جاؤ گے۔ آج آئے تو دو۔ اسی وقت رسول اللہ تشریف لائے آپؐ کی مٹی میں خاک تھی۔

آپؐ ابتداء سورہ البین سے **لا یبصرون** تک پڑھتے ہوئے آ رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سب کو اندھا کر دیا اور آپؐ ان کے سروں پر خاک ڈالتے ہوئے تشریف لے گئے۔ ان بد بختوں کا گروہ کا گروہ آپؐ کے گھر کو گھیرے ہوئے تھے۔ اس کے بہت بعد ایک صاحب گھر سے نکلے۔ ان سے پوچھا کہ تم یہاں کیسے گھیرا ڈالے کھڑے ہو؟ انہوں نے کہا محمدؐ کے انتظار میں ہیں آج اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ اس سے کہا واہ واہ وہ تو گئے بھی اور تم سب کے سروں پر خاک ڈالتے ہوئے نکل گئے۔ یقین نہ ہو تو اپنے سر جھاڑو۔ اب جو سر جھاڑے تو واقعی خاک نکلی۔

حضور اکرمؐ کے سامنے جب یہ بات دہرائی گئی تو آپؐ نے فرمایا اس نے ٹھیک کہا۔ فی الواقع میری تابعداری ان کے لئے دونوں جہان کی عزت کا باعث ہے اور میری نافرمانی ان کے لئے ذلت کا موجب ہے اور یہی ہوگا۔

وَسَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أُنذِرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ (۱۰)

اور ان کے حق میں آپؐ کا ڈرانا یا نہ ڈرانا دونوں برابر ہیں یہ ایمان نہیں لائیں گے۔

ان پر مہر الہی لگ چکی ہے۔ یہ نیک بات کا اثر نہیں لیتے۔

سورہ بقرہ میں بھی اس مضمون کی ایک آیت گزر چکی ہے۔ اور آیت میں ہے:

إِنَّ الَّذِينَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ

وَلَوْ جَاءَتْهُمْ كُلُّ آيَةٍ حَتَّىٰ يَرَوْا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ (97-10:96)

جن پر کلمہ عذاب ثابت ہو گیا ہے انہیں ایمان نصیب نہیں ہونے کا کوئی نشانہیں تمام نشانیاں دکھا دے یہاں تک کہ وہ خود عذاب الہی اپنی آنکھوں دیکھ لیں۔

إِنَّمَا تُنذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمَنَ الْغَيْبِ ...

بس آپ تو صرف ایسے شخص کو ڈرا سکتے ہیں جو نصیحت پر چلے اور اللہ تعالیٰ سے بے دیکھے ڈرے۔

ہاں تیری نصیحت ان پر اثر کر سکتی ہے جو بھلی بات کی تابعداری کرنے والے ہیں قرآن ماننے والے ہیں بن دیکھے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے ہیں اور ایسی جگہ بھی خوف الہی رکھتے ہیں جہاں کوئی اور دیکھنے والا نہ ہو۔ وہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر مطلع ہے اور ہمارے افعال کو دیکھ رہا ہے۔

فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَأَجْرٍ كَرِيمٍ (۱۱)

سو آپ اس کو مغفرت اور عمدہ عوض کی خوشخبریاں سنا دیجئے۔

ایسے لوگوں کو تو گناہوں کی معافی کی اجر عظیم و جمیل کی خوشخبری پہنچا دیجئے جیسے اور آیت میں ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُم بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ (67:12)

جو لوگ پوشیدگی میں بھی خوف الہی رکھتے۔ ان کے لئے مغفرت اور ثواب کبیر ہے۔

إِنَّا نَحْنُ نُحْيِي الْمَوْتَىٰ وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا وَآثَارَهُمْ ...

بے شک ہم مردوں کو زندہ کریں گے اور ہم لکھتے جاتے ہیں اور وہ اعمال بھی جن کو لوگ آگے

بھیجتے جاتے ہیں اور ان کے وہ اعمال بھی جن کو پیچھے چھوڑ جاتے ہیں

نہیں ہیں جو مردوں کو جلا (زندگی) دیتے ہیں۔ ہم قیامت کے دن انہیں نئی زندگی میں پیدا کرنے پر قادر ہیں۔ اور اس میں اشارہ ہے کہ مردہ دلوں کے زندہ کرنے پر بھی اس اللہ تعالیٰ کو قدرت ہے۔ وہ گمراہوں کو بھی راہ راست پر ڈال دیتا ہے جیسے اور مقام پر مردہ دلوں کا ذکر کر کے قرآن حکیم نے فرمایا:

اعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يُحْيِي الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ (57:17)

یقین مانو کہ اللہ ہی زمین کو اسکی موت کے بعد زندہ کر دیتا ہے ہم نے تمہارے لیے اپنی آیتیں بیان کر دیں تاکہ تم سمجھو۔

إِنَّا نَحْنُ نُحْيِي الْمَوْتَىٰ وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا وَآثَارَهُمْ

جان لو کہ اللہ تعالیٰ زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کر دیتا ہے۔ ہم نے تمہاری سمجھ بوجھ کے لئے بہت کچھ بیان فرما دیا اور ہم ان کے پہلے بھیجے ہوئے اعمال لکھ لیتے ہیں اور ان کے آثار بھی۔ یعنی جو یہ اپنے بعد باقی چھوڑ آئے۔ اگر خیر باقی چھوڑ آئے ہیں تو جزا اور نہ سزا پائیں گے۔

حضور اکرمؐ کا فرمان ہے:

مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً كَانَ لَهُ أَجْرُهَا، وَأَجْرُ مَنْ عَمَلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أَجْرِهِمْ شَيْئًا، وَمَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمَلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْئًا

جو شخص اسلام میں نیک طریقہ جاری کرے اس کا اور اسے جو کریں ان سب کا بدلہ ملتا ہے۔ لیکن ان کے بدلے کم ہو کر نہیں۔ اور جو شخص کسی برے طریقے کو جاری کرے اس کا بوجھ اس پر ہے اور ان کا بھی جو اس پر اس کے بعد کار بند ہوں۔ لیکن ان کا بوجھ گھٹ کر نہیں۔ مسلم

صحیح مسلم کی ایک اور حدیث میں ہے:

إِذَا مَاتَ ابْنُ آدَمَ انْقَطَعَ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ:

- مِنْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ،
- أَوْ وَكَلٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ،
- أَوْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ مِنْ بَعْدِهِ

جب انسان مر جاتا ہے تو اس کے تمام اعمال کٹ جاتے ہیں مگر تین عمل:

• علم جس سے ذکر نفع حاصل کیا جائے

• نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرے

• وہ صدقہ جاریہ جو اس کے بعد باقی رہے۔

مجاہد سے اس آیت کی تفسیر میں مروی ہے کہ گمراہ لوگ جو گمراہی باقی چھوڑ جائیں۔

سعید بن جبیر سے مروی ہے کہ ہر وہ نیکی اور بدی جسے اس نے جاری کیا اور اپنے بعد چھوڑ گیا۔

بنو ی بھی اسی قول کو پسند فرماتے ہیں

اس جملہ کی تفسیر میں دوسرا قول یہ ہے کہ مراد آثار سے نشان قدم ہیں جو اطاعت یا معصیت کی طرف اٹھیں۔

حضرت قتادہ فرماتے ہیں اے ابن آدم! اگر اللہ تعالیٰ تیرے کسی فعل سے غافل ہوتا تو تیرے نشان قدم سے غافل ہوتا جنہیں ہوا منادیتی ہے لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ اس سے اور تیرے کسی عمل سے غافل نہیں۔ تیرے جتنے قدم اس کی اطاعت میں اٹھتے ہیں سب اس کے ہاں لکھے ہوئے ہیں۔ تم میں سے جس سے ہو سکے وہ اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کی طرف قدم بڑھالے۔

حدیث مسند احمد میں ہے کہ حضرت جابر بن عبد اللہ فرماتا ہے میں مسجد نبوی کے آس پاس کچھ مکانات خالی ہوئے تو قبیلہ بنو سلمہ نے ارادہ کیا کہ وہ اپنے محلے سے اٹھ کر یہی قرب مسجد کے مکانات میں آسکیں۔ جب اس کی خبر رسول اللہ کو ہوئی تو آپ نے فرمایا مجھے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ کیا یہ ٹھیک ہے انہوں نے جواب دیا ہاں۔ آپ نے دو مرتبہ فرمایا:

يَا بَنِي سَلَمَةَ دِيَارَكُمْ تُكْتَبُ آثَارُكُمْ،

دِيَارَكُمْ تُكْتَبُ آثَارُكُمْ

اے ابو سلمہ! اپنے مکانات میں ہی رہو تمہارے قدم اللہ تعالیٰ کے ہاں لکھے جاتے ہیں۔

مسند احمد میں ہے کہ مدنی صحابی کا مدینہ شریف میں انتقال ہوا تو آپ نے ان کے جنازے کی نماز پڑھا کر فرمایا:

يَا لَيْتَهُ مَاتَ فِي غَيْرِ مَوْلِدِهِ

کاش کہ یہ اپنے وطن کے سوا کسی اور جگہ فوت ہوتے۔

کسی نے کہا یہ کیوں؟ فرمایا:

إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا تَوَفِّيَ فِي غَيْرِ مَوْلِدِهِ، فَيَسَّ لَهُ مِنْ مَوْلِدِهِ إِلَى مُنْقَطِعِ أَثَرِهِ فِي الْجَنَّةِ

اس لئے کہ جب کوئی مسلمان غیر وطن میں فوت ہوتا ہے تو اس کے وطن سے لے کر وہاں تک کی زمین کا ناپ کر کے اسے جنت میں جگہ ملتی ہے۔

ابن جریر میں حضرت ثابت سے روایت ہے کہ میں حضرت انسؓ کے ساتھ نماز کے لئے مسجد کی طرف چلا۔ میں جلدی جلدی بڑے قدموں میں چلنے لگا تو آپ نے میرا ہاتھ تھام لیا اور اپنے ساتھ آہستہ آہستہ ہلکے ہلکے قدموں سے لے جانے لگے۔ جب ہم نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا:

میں حضرت زید بن ثابتؓ کے ساتھ مسجد کو جا رہا تھا اور تیز قدم چل رہا تھا تو آپ نے مجھ سے فرمایا انس! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ یہ نشانات قدم لکھے جاتے ہیں۔

اس قول سے پہلے قول کی مزید تائید ہوتی ہے کیونکہ جب نشان قدم تک لکھے جاتے ہیں تو پھیلائی ہوئی برائی بھلائی کیوں نہ لکھی جاتی ہوگی؟

وَكُلُّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُبِينٍ (۱۲)

اور ہم نے ہر چیز کو ایک واضح کتاب میں ضبط کر دیا تھا۔

فرمایا کل کائنات، جمع موجودات، مضبوط کتاب لوح محفوظ میں درج ہے جو ام الکتاب ہے۔

یہی تفسیر بزرگوں سے آیت **يَوْمَ نَدْعُوا (17:71)** کی تفسیر میں بھی مروی ہے کہ ان کا نامہ اعمال جس میں خیر و شر درج ہے۔ جیسے آیت قرآن:

وَوُضِعَ الْكِتَابُ فَنَرَى الْمُجْرِمِينَ مُشْفِقِينَ مِمَّا فِيهِ وَيَقُولُونَ يَا وَيْلَتَنَا مَا لِهَذَا الْكِتَابِ لَا يُغَادِرُ صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً إِلَّا أَحْصَاهَا وَوَجَدُوا مَا عَمِلُوا حَاضِرًا وَلَا يَظْلُمُ رَبُّكَ أَحَدًا (18:49)

نامنہ اعمال درمیان میں رکھ دیئے جائیں گے پس تو دیکھے گا کہ گنہگار اس کی تحریر سے خوف زدہ ہو رہے ہوں گے اور کہہ رہے ہوں گے ہائے ہماری خرابی یہ کیسی کتاب ہے؟ جس نے کوئی چھوٹا بڑا بغیر گھیرے باقی ہی نہیں چھوڑا جو کچھ انہوں نے کیا تھا سب موجود پائیں گے تیرا رب کسی پر ظلم و ستم نہ کرے گا۔

ایک بستی والوں کا واقعہ:

وَاضْرِبْ لَهُم مَّثَلًا أَصْحَابَ الْقَرْيَةِ إِذْ جَاءَهَا الْمُرْسَلُونَ (۱۳)

اور آپ ان کے سامنے ایک قصہ یعنی ایک بستی والوں کا قصہ اس وقت کا بیان کیجئے جب کہ اس بستی میں کئی رسول آئے۔

اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو حکم فرما رہا ہے کہ آپ اپنی قوم کے سامنے ان اگلے لوگوں کا قصہ بیان فرمائیے جنہوں نے ان سے پہلے اپنے رسولوں کو ان کی طرح جھٹلایا تھا۔

یہ واقعہ شہر انطاکیہ کا ہے وہاں کے بادشاہ کا نام الظلی خُش تھا۔ اس کے باپ دادا کا بھی یہی نام تھا یہ سب راجہ پر جاہت پرست تھے۔ ان کے پاس اللہ تعالیٰ کے تین پیغمبر آئے۔ صادق صدوق اور شلوم اللہ تعالیٰ کے درود و سلام ان پر نازل ہوں۔ لیکن ان سب بد نصیبوں نے سب کو جھٹلایا۔

إِذْ أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوهُمَا ...

یعنی جب کہ ہم نے ان کے پاس دو کو بھیجا سو ان لوگوں نے اول دونوں کو جھوٹا بتلایا

... فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ ...

پھر تیسرے سے تائید کی۔

... فَقَالُوا إِنَّا إِلَيْكُمْ مُّرْسَلُونَ (۱۴)

سو ان تینوں نے کہا کہ ہم تمہارے پاس بھیجے گئے ہیں۔

پہلے تو ان کے پاس دو پیغمبر آئے انہوں نے انہیں نہ مانا۔ ان دو کی تائید میں پھر تیسرے نبی آئے۔ پہلے دو رسولوں کا نام شمعون اور یوحنا اور تیسرے رسول کا نام بولص تھا۔ ان سب نے کہا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے ہیں جس نے تمہیں پیدا کیا ہے۔ اس نے ہماری معرفت تمہیں حکم بھیجا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو۔ بستی کے ان لوگوں نے جواب دیا کہ تم تو ہم جیسے انسان ہی ہو پھر کیا وجہ کے تمہاری طرف اللہ تعالیٰ کی وحی آئے اور ہماری طرف نہ آئے۔ ہاں اگر تم رسول ہو۔ تے تو چاہئے تھا کہ تم فرشتے ہو۔ تے۔

اکثر کفار نے یہی شہ اپنے زمانے کے پیغمبروں کے سامنے پیش کیا تھا۔ جیسے اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

ذَلِكَ بِأَنَّهُ كَانَتْ تَأْتِيهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَعَالُوا أ_Bَشْرًا يَهْدُونَنَا (6: 64)

لوگوں کے پاس رسول آئے اور انہوں نے جواب دیا کہ انسان ہمارے ہادی بن کر آئے۔

اور آیت میں ہے:

إِن أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا تُرِيدُونَ أَنْ تَصُدُّونَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ آبَاؤُنَا فَأَلُونَا بِسُلْطَنٍ مُّبِينٍ (14: 10)

تم تو ہم جیسے انسان ہی ہو۔ تم ہماری چاہت صرف یہ ہے کہ ہمیں اپنے باپ داداؤں کے معبودوں سے روک دو جاؤ کوئی کھلا غلبہ لے آؤ۔

اور جگہ قرآن پاک میں ہے:

وَلَئِن أَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ لَأِنَّكُمْ إِذَا لَخَسِرُونَ (23: 34)

کافروں نے کہا کہ اگر تم نے اپنے جیسے انسانوں کی تابعداری کی تو تم یقیناً بڑے ہی خسارے میں پڑھ گئے۔

اس سے بھی زیادہ وضاحت کے ساتھ اس آیت میں بیان فرمایا:

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ أَنْ يُؤْمِنُوا إِذْ جَاءَهُمُ الْهُدَىٰ إِلَّا أَنْ قَالُوا أَبَعَثَ اللَّهُ بَشَرًا رَسُولًا (17: 94)

لوگوں کے پاس ہدایت پہنچ چکنے کے بعد ایمان سے روکنے والی صرف یہی چیز رہی کہ انہوں نے کہا کہ کیا اللہ نے ایک انسان کو ہی رسول بنا کر بھیجا؟

قَالُوا مَا أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ...

ان لوگوں نے کہا کہ تم تو ہماری طرح معمولی آدمی ہو۔

... وَمَا أَنْزَلَ الرَّحْمَنُ مِنْ شَيْءٍ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا تَكْذِبُونَ (۱۰)

اور اللہ تعالیٰ رحمن نے کوئی چیز نازل نہیں کی تم نرا جھوٹ بولتے ہو۔

یہی ان لوگوں نے بھی ان تینوں نبیوں سے کہا کہ تم تو ہم جیسے انسان ہی ہو اور حقیقت میں اللہ تعالیٰ نے کچھ بھی نازل نہیں فرمایا۔ تم یونہی غلط سلط کہہ رہے ہو۔

قَالُوا رَبَّنَا يَعْلَمُ إِنَّا إِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُونَ (۱۶)

ان رسولوں نے کہا ہمارا پروردگار علیم ہے کہ بے شک ہم تمہارے پاس بھیجے گئے ہیں۔

پیغمبروں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ ہم اس کے سچے رسول ہیں اگر ہم جھوٹے ہوتے تو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے کی سزا ہمیں اللہ تعالیٰ دے دیتا۔ لیکن تم دیکھو گے کہ وہ ہماری مدد کرے گا اور ہمیں عزت عطا فرمائے گا اس وقت تمہیں خود روشن ہو جائے گا کہ کون شخص باعتبار انجام کے اچھا رہا۔ اور جگہ ارشاد ہے:

فَلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ بَيِّنًا وَبَيِّنَاتٍ شَهِيدًا يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالَّذِينَ آمَنُوا بِالْبَطْلِ وَكَفَرُوا

بِاللَّهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخٰسِرُونَ (29:52)

میرے تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ کی شہادت کافی ہے وہ تو آسمان و زمین کے غیب جانتا ہے۔ باطل پر ایمان رکھنے والے اور اللہ تعالیٰ سے کفر کرنے والے ہی نقصان یافتہ ہیں۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ (۱۷)

اور ہمارے ذمہ تو صرف واضح طور پر پہنچا دینا ہے۔

سنو ہمارے ذمہ تو صرف تبلیغ ہے۔ مانو گے تمہارا بھلا ہے نہ مانو گے خود پیچتاؤ گے۔ ہمارا کچھ نہیں بگاڑو گے۔ کل اپنے کئے کا خمیازہ بھگتو گے۔

نحوست اور بدشگونی:

قَالُوا إِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ ...

وہ لوگ کہنے لگے کہ ہم تو تم کو منحوس سمجھتے ہیں

...لَمَّا تَنَتَّهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَكَيْمَسَنَكُم مِّنَّا عَذَابٌ أَلِيمٌ (۱۸)

اگر تم باز نہ آئے تو ہم پتھروں سے تمہارا کام تمام کر دیں گے اور تم کو ہماری طرف سے سخت تکلیف پہنچے گی۔

ان کافروں نے رسولوں سے کہا کہ تمہارے آنے سے ہمیں کوئی برکت و خیر تو ملی نہیں بلکہ اور برائی اور ہدی پہنچی۔ تم ہو ہی بد شگون لوگ۔ جہاں جاؤ گے بلائیں برسیں گی۔ سنو اگر تم اپنے اس طریقے سے باز نہ آئے اور یہی کہتے رہے تو ہم تمہیں سنگسار کر دیں گے اور سخت المناک سزائیں دیں گے۔

قَالُوا طَائِرُكُمْ مَعَكُمْ ...

ان رسولوں نے کہا کہ تمہاری نحوست تو تمہارے ساتھ ہی لگی ہوئی ہے

رسولوں نے جواب دیا کہ تم خود شریر ہو تمہارے اعمال ہی برے ہیں اور یہی وجہ تم پر مصیبتیں آنے کی ہے جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔ یہی بات فرعونوں نے حضرت موسیٰؑ اور انکی قوم کے مومنوں سے کہی تھی۔ جب انہیں کوئی راحت ملتی تو کہتے ہم تو اس کے مستحق ہی تھے اور اگر کوئی رنج پہنچتا تو حضرت موسیٰؑ اور مومنوں کی بدشگونی پر اسے محمول کرتے۔ جس کے جواب میں جناب باری تعالیٰ نے فرمایا:

أَلَا إِنَّمَا طَائِرُهُمْ عِنْدَ اللَّهِ (7:131)

ان کی مصیبتوں کی وجہ ان کے اعمال بد ہیں جن کا وبال ہماری جانب سے انہیں پہنچ رہا ہے۔

قوم صالح نے بھی اپنے نبی سے یہی کہا تھا اور یہی جواب پایا تھا۔

اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَنْ مَعَكَ قَالَ طَائِرُكُمْ عِنْدَ اللَّهِ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ مُّفْسِدُونَ (27:47)

ہم تو تیری اور تیرے ساتھیوں کی بدشگونی لے رہے ہیں آپ نے فرمایا تمہاری بدشگونی اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے بلکہ تم تو فتنہ میں پڑے ہوئے لوگ ہو۔

خود پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ سے بھی یہی کہا گیا۔ جیسے کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

وَإِنْ تُصِيبُهُمْ سَيِّئَةٌ يَفْؤُلُوا هَذِهِ مِنْ عِنْدِكَ فَلْ كُلُّ مَنْ عِنْدَ اللَّهِ فَمَا لَهُؤُلَاءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ حَدِيثَنَا (4:78)

اگر ان کافروں کو کوئی نقصان ہوتا ہے تو کہتے ہیں یہ تیری طرف سے ہے۔ تو کہہ دے یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے۔ انہیں کیا ہو گیا ہے کہ ان سے بات بھی نہیں سمجھی جاتی۔

...أَيْنَ نُكْرِمُ...

کیا اس کو نحوست سمجھتے ہو کہ تم کو نصیحت کی جائے۔

پھر فرمایا کہ صرف اس وجہ سے کہ ہم نے تمہیں نصیحت کی تمہاری خیر خواہی کی تمہیں بھلی راہ سمجھائی۔ تمہاری اللہ تعالیٰ کی توحید کی طرف رہنمائی کی۔ تمہیں اخلاص و عبادت کے طریقے سکھائے۔ تم ہمیں منحوس سمجھنے لگے اور ہمیں اس طرح ڈرانے دھمکانے لگے اور خوفزدہ کرنے لگے اور مقابلے پر اتر آئے۔

...بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُونَ (۱۹)

بلکہ تم حد سے نکل جاتے والے لوگ ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ تم مسرف لوگ ہو خدا والہی سے تجاوز کرتے ہو ہمیں دیکھو کہ ہم تمہاری بھلائی چاہیں۔ تمہیں دیکھو کہ تم ہم سے برائی سمجھو۔ بتلاؤ تو بھلا یہ کوئی انصاف کی بات ہے۔ افسوس تم انصاف کے دائرے سے نکل گئے۔

حضرت حبیب کا ذکر:

مروی ہے کہ اس بہتی کے لوگ یہاں تک سرکش ہو گئے کہ انہوں نے پوشیدہ طور پر نبیوں کے قتل کا ارادہ کر لیا۔ ایک مسلمان شخص جو اس بہتی کے آخری حصے میں رہتا تھا۔ جس کا نام حبیب تھا اور رسی کا کام کرتا تھا۔ تھا بھی بیمار جذام کی بیماری تھی بہت سختی آدمی تھا جو کما کما اس کا آدھا حصہ راہ اللہ خیرات کر دیا کرتا تھا دل کا نرم اور فطرت کا اچھا تھا لوگوں سے الگ تھلگ ایک غار میں بیٹھ کر عبادت الہی کیا کرتا تھا۔

وَجَاءَ مِنْ أَقْصَى الْمَدِينَةِ رَجُلٌ يَسْعَى ...

اور ایک شخص اس شہر کے کسی اور مقام سے دوڑتا ہوا آیا۔

... قَالَ يَا قَوْمِ أَتَّبِعُوا الْمُرْسَلِينَ (۲۰)

کہنے لگا کہ اے میری قوم ان رسولوں کی راہ پر چلو

اتَّبِعُوا مَنْ لَا يَسْأَلُكُمْ أَجْرًا وَهُمْ مُهْتَدُونَ (۲۱)

ایسے لوگوں کی راہ پر چلو جو تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتے اور وہ خود راہ راست پر بھی ہیں۔

اس نے جب اپنی قوم کے اس بد ارادے کو کسی طرح معلوم کر لیا تو اس سے صبر نہ ہو سکا دوڑتا بھاگتا آیا۔ انہوں نے آکر اپنی قوم کو سمجھانا شروع کیا کہ تم ان رسولوں کی تابعداری کرو ان کا کہا مانو ان کی راہ چلو دیکھو تو یہ اپنا کوئی فائدہ نہیں کر رہے۔ یہ تم سے تبلیغ رسالت کا کوئی بدلہ نہیں مانگتے۔ اپنی خیر خواہی کی کوئی اجرت تم سے طلب نہیں کر رہے درود اللہ سے تمہیں اللہ تعالیٰ کی توحید کی دعوت دے رہے ہیں اور سیدھے اور سچے راستے کی رہنمائی کر رہے ہیں خود بھی اسی راہ پر چل رہے ہیں۔ تمہیں ضرور ان کی دعوت پر لبیک کہنا چاہیے اور ان کی اطاعت کرنی چاہیے۔ لیکن قوم نے ان کی ایک نہ سنی بلکہ انہیں شہید کر دیا۔

عبادت صرف اللہ کا حق ہے:

وَمَا لِي لَا أَعْبُدُ الَّذِي فَطَرَنِي ...

مجھے کیا ہو گیا ہے جو میں اس کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا

وہ نیک شخص جو اللہ تعالیٰ کے رسولوں کی تکذیب و تردید اور توہین ہوتی دیکھ کر دوڑا ہوا آیا تھا اور جس نے اپنی قوم کو نبیوں کی تابعداری کی رغبت دلائی تھی وہ اب اپنے عمل اور عقیدے کو ان کے سامنے پیش کر رہا ہے اور انہیں حقیقت سے آگاہ کر کے ایمان کی دعوت دے رہا ہے تو کہتا ہے کہ میں تو صرف اپنے خالق و مالک اللہ وحدہ لا شریک لہ کی ہی عبادت کرتا ہوں۔

... وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ (۲۲)

اور تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

جب کہ صرف اسی نے مجھے پیدا کیا ہے تو میں اس کی عبادت کیوں نہ کروں؟ پھر یہ نہیں کہ اب ہم اس کی قدرت سے نکل گئے ہیں اب اس سے ہمیں کوئی تعلق نہ رہا ہو۔ نہیں بلکہ سب کے سب لوٹ کر پھر اس کے سامنے جمع ہونے والے ہیں۔ اس وقت وہ ہر بھلائی برائی کا بدلہ دے گا۔

أَتَّخِذْ مِنْ دُونِهِ آلِهَةً إِنْ يُرِدْنِ الرَّحْمَنُ بَصُرًا لَّا تُغْنِي عَنْهُمْ شَيْئًا وَلَا

يُنْقِذُونَ (۲۳)

کیا میں اسے چھوڑ کر ایسوں کو معبود بناؤں اگر رب رحمن مجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو ان کی سفارش مجھے کچھ بھی نفع نہ پہنچا سکے اور نہ وہ مجھے بچا سکیں۔

یہ کیسی شرم کی بات ہے کہ میں اس خالق و قادر کو چھوڑ کر اوروں کو پوجوں جو نہ تو یہ طاقت رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی ہوئی کسی مصیبت کو مجھ پر سے نال دیں نہ یہ کہ ان کے کہنے سننے کی وجہ سے مجھے کوئی برائی ہی نہ پہنچے۔
اللہ تعالیٰ اگر مجھے کوئی ضرر پہنچانا چاہے تو اس کو دفع نہیں کر سکتے روک نہیں سکتے نہ مجھے اس سے بچا سکتے ہیں۔

إِنِّي إِذَا لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ (۲۴)

پھر تو میں یقیناً کھلی گمراہی میں ہوں۔

اگر میں ایسے کمزوروں کی عبادت کرنے لگوں تو مجھ سے بڑھ کر گمراہ اور بہکا ہوا اور کون ہوگا؟ پھر تو نہ صرف مجھے بلکہ دنیا کے ہر بھٹلے انسان پر میری گمراہی کھل جائے گی۔

إِنِّي آمَنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُونِ (۲۵)

میری سنو! میں تو سچے دل سے تم سب کے رب تعالیٰ پر ایمان لا چکا۔

میری قوم کے لوگو! اپنے جس حقیقی معبود اور پروردگار سے تم منکر ہوئے ہو سنو! میں اسکی ذات پر ایمان رکھتا ہوں۔
اور معنی بھی اس آیت کے ہو سکتے ہیں کہ اس اللہ والے مرد صالح نے اپنی قوم سے روگردانی کر کے اللہ تعالیٰ کے ان رسولوں سے یہ کہا ہو کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبرو! تم میرے ایمان کے گواہ رہنا! میں ذات باری تعالیٰ پر ایمان لایا جس نے تمہیں برحق رسول بنا کر بھیجا۔ پس گویا یہ اپنے ایمان پر اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو گواہ بنا رہا ہے۔

یہ قول بہ نسبت اگلے قول کے بھی زیادہ واضح ہے۔ واللہ اعلم

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ یہ بزرگ اتنا ہی کہنے پائے تھے جو تمام کفار ٹوٹ پڑے اور زود و کوب کرنے لگے۔ کون تھا جو انہیں بچاتا؟ پھر پتھر مارتے مارتے انہیں اسی وقت فی الفور شہید کر دیا۔ یہ اللہ کے بندے اور یہ سچے ولی اللہ پتھر کھا رہے تھے لیکن زبان سے یہی کہے جا رہے تھے کہ اے اللہ میری قوم کو ہدایت کر یہ جانتے نہیں۔

مؤمن کے لئے جنت کی خوشخبری:

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ان کفار نے اس مؤمن کامل کو بری طرح مارا پٹایا اس کو گرا کر اس کے پیٹ پر چڑھ بیٹھے اور پیروں سے اسے روندنے لگے یہاں تک کہ اس کی آنتیں اس کے پیچھے کے راستے سے باہر نکل آئیں۔ اسی وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو جنت کی خوشخبری سنائی گئی۔

قِيلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ...

اس سے کہا گیا کہ جنت میں چلا جا

اسے اللہ نے دنیا کے رنج و غم سے آزاد کر دیا اور امن و چین کے ساتھ جنت میں پہنچا دیا۔ ان کی شہادت سے اللہ تعالیٰ خوش ہوا۔ جنت ان کے لئے کھول دی گئی اور داخلہ کی اجازت مل گئی۔

... قَالَ يَا لَيْتَ قَوْمِي يَعْلَمُونَ (۲۶)

کہنے لگا کاش کہ میری قوم کو بھی علم ہو جاتا۔

بِمَا عَفَرَ لِي رَبِّي وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُكْرَمِينَ (۲۷)

کہ مجھے میرے رب تعالیٰ نے بخش دیا اور مجھے عزت والے لوگوں میں سے کر دیا۔

اپنے ثواب و اجر کو عزت و اکرام کو دیکھ کر پھر اس کی زبان سے نکل گیا کاش کہ میری قوم یہ جان لیتی کہ مجھے میرے رب تعالیٰ نے بخش دیا اور میرا بڑا ہی اکرام کیا۔

فی الواقع مؤمن سب کے خیر خواہ ہوتے ہیں وہ دھوکے باز اور بدخواہ نہیں ہوتے۔ اس اللہ والے نے زندگی میں بھی قوم کی خیر خواہی کی اور مرنے کے بعد بھی ان کا خیر خواہ رہا۔

یہ بھی مطلب ہے کہ وہ کہتا ہے کہ کاش کہ میری قوم یہ جان لیتی کہ مجھے کس باعث میرے رب نے بخشا اور کیوں میری عزت کی تو اصلاح وہ بھی اس چیز کو حاصل کرنے کی کوشش کرتی، اللہ پر ایمان لاتی اور رسولوں کی پیروی کرتی۔

اللہ تعالیٰ ان پر رحمت کرے اور ان سے خوش رہے۔ دیکھو تو قوم کی ہدایت کے کس قدر خواہش مند تھے۔

حضرت عروہ بن مسعودؓ ثقفی نے جناب رسول اللہؐ کی خدمت میں عرض کی کہ حضور اگر اجازت دیں تو میں اپنی قوم میں تبلیغ دین کے لئے جاؤں اور انہیں دعوت اسلام دوں؟

آپؐ نے فرمایا ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں قتل کر دیں۔

جواب دیا کہ حضور! اس بات کا تو احتمال ہی نہیں کیونکہ انہیں مجھ سے اس قدر الفت و عقیدت ہے کہ اگر میں سویا ہوا ہوں تو وہ مجھے جگا نہیں گے بھی نہیں۔

آپؐ نے فرمایا اچھا پھر جائیے۔

یہ چلے۔ جب لات وعزلی بتوں کے پاس سے ان کا گزر ہوا تو کہنے لگے اب تمہاری شامت آگئی۔ اس بات اس پر پورا قبیلہ ثقیف گبڑ بیٹھا۔ انہوں نے کہنا شروع کیا کہ اے میری قوم کے لوگو! تم ان بتوں کو ترک کر دو۔ یہ لات اور عزلی دراصل کوئی چیز نہیں۔ اسلام قبول کرو تو سلامتی حاصل ہوگی اے میرے بھائی بندو! یقین مانو کہ یہ بت کچھ حقیقت نہیں رکھتے ساری بھلائی اسلام ہے۔ ابھی تو تین ہی مرتبہ صرف اس کلمہ کو دہرایا تھا کہ ایک بدنصیب چلے بھٹنے نے دور سے ہی ایک تیر چلایا۔ جو رگ اکل پر لگا اور آپ اسی وقت شہید ہو گئے۔ آنحضرتؐ کے پاس جب یہ خبر پہنچی تو آپؐ نے فرمایا یہ ایسا ہی تھا جیسے سورہ یس والا جس نے کہا تھا کاش میری قوم میری مغفرت اور عزت کو جان لیتی۔

حضرت کعب احبارؓ کے پاس جب حبیب بن زید بن عاصمؓ کا ذکر کیا گیا جو قبیلہ بنو مازن بن نجار سے تھے جن کو جنگ یمامہ میں مسیلہ کذاب ملعون نے شہید کر دیا تھا تو آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی قسم یہ حبیب بھی اسی حبیب کی طرح تھے جن کا ذکر سورہ یس میں ہے۔ ان سے اس کذاب نے حضورؐ کے بارے میں دریافت کیا تو آپؐ نے فرمایا بے شک وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

اس نے کہا میری نسبت بھی تو کو ابی دیتا ہے کہ میں رسول اللہ ہوں؟

تو حضرت حبیبؓ نے فرمایا میں نہیں سنتا؟

اس نے کہا محمد کی نسبت تو کیا کہتا ہے؟

آپؐ نے فرمایا کہ میں ان کی سچی رسالت کو مانتا ہوں۔

اس نے پھر پوچھا میری رسالت کی نسبت کیا کہتا ہے؟

جواب دیا کہ میں نہیں سنتا۔

اس ملعون نے کہا انکی نسبت تو تو سن لیتا ہے اور میری نسبت بہرا بن جاتا ہے۔ چنانچہ اس کے بعد ایک مرتبہ پوچھتا اور ان کے اس جواب پر ایک عضو بدن کو اذیتا۔ پھر پوچھتا پھر یہی جواب پاتا پھر ایک عضو کو اذیتا۔ اسی طرح جسم کا ایک ایک جوڑ کو اذیتا اور وہ اپنے سچے اسلام پر آخری دم تک قائم رہے اور جو جواب پہلے تھا وہی آخر تک رہا۔ یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔

اس کے بعد ان لوگوں پر جو غضب الہی نازل ہوا اور جس عذاب سے وہ عارت کر دیئے گئے اس کا ذکر ہو رہا ہے چونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو جھٹلایا اللہ تعالیٰ کے ولی کو قتل کیا۔ اس لئے ان پر عذاب اترا اور ہلاک کر دیئے۔

وَمَا أَنْزَلْنَا عَلَىٰ قَوْمِهِ مِنْ بَعْدِهِ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَمَا كُنَّا مُنْزِلِينَ (۲۸)

اس کے بعد ہم نے اس کی قوم پر آسمان سے کوئی لشکر نہ اتارا اور نہ اس طرح ہم اتارا کرتے ہیں۔

لیکن انہیں برباد کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے نہ تو کوئی لشکر آسمان سے بھیجا نہ کوئی خاص اہتمام کرنا پڑا نہ کسی بڑے سے بڑے کام کے لئے اسے اس کی ضرورت ہے اس کا تو صرف حکم کر دینا کافی ہے۔

إِنْ كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً فَإِذَا هُمْ خَامِدُونَ (۲۹)

وہ تو صرف ایک زور کی چیخ تھی کہ یکا یک وہ سب کے سب بچھ بچھ گئے۔

نہ انہیں اس کے بعد کوئی تنبیہ کی گئی نہ ان پر فرشتے اتارے گئے بلکہ بلا مہلت عذاب میں پکڑ لئے گئے اور بغیر اس کے کہ کوئی نام لیا پانی دینے والا ہوا اول سے آخر تک ایک ایک کر کے سب فنا کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ جبریلؑ آئے اور ان کے شہر اٹھائیے کے دروازے کی چوکھٹ تمام کر اس زور سے آواز لگائی کہ کلیجے پاش پاش ہو گئے اور دل دہل گئے اور روحمیں پرواز کر گئیں۔

يَا حَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَأْتِيهِمْ مِّن رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِؤُونَ (۳۰)

بندوں پر افسوس! کبھی بھی کوئی رسول ان کے پاس نہیں آیا جس کی ہنسی انہوں نے نہ اڑائی ہو۔

بندوں پر حسرت و افسوس ہے۔ بندے کل اپنے اوپر کیسے نام ہوں گے وہ بار بار کہیں گے کہ ہائے افسوس ہم نے خود تو اپنا برا کیا۔ بعض قرأتوں میں **يَحْسِرَةُ الْعِبَادِ عَلَىٰ نَفْسِهِا** بھی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن عذابوں کو دیکھ کر ہاتھ ملیں گے کہ انہوں نے کیوں رسولوں کو جھٹلایا اور کیوں اللہ تعالیٰ کے فرمان کے خلاف کیا۔

أَلَمْ يَرَوْا كَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُم مِّنَ الْقُرُونِ أَنَّهُمْ إِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُونَ (۳۱)

کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ان سے پہلے بہت سی بستیاں ہم نے عارت کر دی ہیں جو ان کی طرف واپس نہیں لوٹتے۔

دنیا میں تو ان کا یہ حال تھا کہ جب کبھی جو رسول آیا انہوں نے بلا تامل جھٹلایا اور دل کھول کر ان کی بے ادبی اور توہین کی۔ وہ اگر یہاں تامل کرتے تو سمجھ لیتے کہ ان سے پہلے جن لوگوں نے پیغمبروں کی نہ مانی تھی وہ عارت و برباد کر دیئے گئے ان کی بھوسے اڑادی گئی ایک بھی تو ان میں سے بچ نہ سکا نہ اس دار آخرت سے کوئی واپس پلٹا۔

وَأَن كُلُّ لَمَّا جَمِيعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُونَ (۳۲)

اور نہیں ہے کوئی جماعت مگر یہ کہ وہ جمع ہو کر ہمارے سامنے حاضر کی جائے گی۔

اس میں ان لوگوں کا بھی رو ہے جو دہریہ تھے جن کا خیال تھا کہ یونہی دنیا میں مرتے جیتے چلے جائیں گے لوٹ لوٹ کر اس دنیا میں آئیں گے تمام گزرے ہوئے موجود اور آنے والے لوگ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے حساب و کتاب کے لئے حاضر کئے جائیں گے اور وہاں ہر ہر بھلائی اور برائی کا بدلہ پائیں گے جیسے اور آیت میں فرمایا:

وَأَن كُلًّا لَّمَّا لِيُوقَّيْتُهُمْ رَبُّكَ أَعْمَالُهُمْ (11:111)

ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ تیرا رب عطا فرمائے گا۔

وجود باری تعالیٰ کی ایک نشانی:

وَآيَةٌ لَهُمُ النَّارُ الْمِيمَنَةُ ...

ان کے لئے ایک نشانی خشک مردہ زمین ہے جس کو ہم زندہ کر دیتے ہیں

... أَحْيَيْنَاهَا وَأَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَأْكُلُونَ (۳۳)

جس سے اناج نکالتے ہیں جس میں سے وہ کھاتے ہیں

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ میرے وجود پر اور میری زبردست قدرت پر اور مردوں کو زندگی دینے پر ایک نشانی یہ بھی ہے کہ مردہ زمین جو پھر خشک بڑی ہوتی ہے۔ جس پر کوئی روئیدگی تازگی ہر یا ول اور گھاس وغیرہ نہیں ہوتی میں اس پر آسمان سے پانی برساتا ہوں اور وہ مردہ زمین جی اٹھتی ہے لہلہا نے لگتی ہے۔ ہر طرف سبزہ ہی سبزہ اگ جاتا ہے اور قسم قسم کے پھل پھول وغیرہ نظر آنے لگتے ہیں۔

تو فرماتا ہے کہ ہم اس مردہ زمین کو زندہ کر دیتے ہیں اور اس میں قسم قسم کے اناج پیدا کرتے ہیں۔ بعض کو تم کھاتے ہو اور بعض تمہارے جانور کھاتے ہیں۔

وَجَعَلْنَا فِيهَا جَنَّاتٍ مِّنْ نَّخِيلٍ وَأَعْنَابٍ ...

اور ہم اس میں کھجوروں کے اور انگوروں کے باغات پیدا کر دیتے ہیں

... وَفَجَّرْنَا فِيهَا مِنَ الْعُيُونِ (۳۴)

جس میں ہم چشمے بھی جاری کر دیتے ہیں۔

ہم اس میں کھجوروں کے انگوروں کے باغات وغیرہ تیار کر دیتے ہیں نہریں جاری کر دیتے ہیں جو باغوں اور کھیتوں کو سیراب سرسبز و شاداب کرتی رہتی ہیں۔

لِيَأْكُلُوا مِنْ ثَمَرِهِ ...

تاکہ لوگ اس کے پھل کھائیں

یہ سب اس لئے کہ ان درختوں کے میوے دنیا کھائے کھیتوں اور باغات سے نفع حاصل کرے اور حاجتیں پوری کرے یہ سب اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی قدرت سے پیدا ہو رہے ہیں۔ کسی کے بس اور اختیار میں نہیں۔

... وَمَا عَمِلَتْهُ أُولَئِكَ أَن كَانُوا يَشْكُرُونَ (۳۵)

انہوں نے اپنے ہاتھوں سے اسے نہیں بنایا۔ پھر کیوں شکرگزار ہی نہیں کرتے۔

تمہارے ہاتھوں کی پیدا کردہ چیزیں نہیں نہ تم میں ان کو اگانے کی طاقت نہ تم میں ان کو بچانے کی قدرت نہ ان کو پکانے اور تیار کرنے کا تمہیں اختیار۔ صرف اللہ تعالیٰ کے یہ کام ہیں اور اسی کی یہ مہربانی ہے اور اس کے احسان کے ساتھ ہی ساتھ یہ اس کی قدرت کے نمونے ہیں۔

پھر لوگوں کو کیا ہو گیا ہے جو شکرگزار نہیں کرتے؟ اور اللہ تعالیٰ کی بے انتہا ان گنت نعمتیں اپنے پاس ہوتے ہوئے اس احسان نہیں مانتے۔

ایک مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ باغات کے پھل یہ کھاتے ہیں اور اپنے ہاتھوں کا بویا بویا پاتے ہیں چنانچہ ابن مسعودؓ کی قرأت میں **مِمَّا عَمَلْتُمْ اَيْدِيكُمْ** ہے۔

سُبْحَانَ الَّذِي خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا ...

وہ پاک ذات ہے جس نے ہر چیز کے جوڑ پیدا کئے

... **مِمَّا تُنْبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُونَ** (۳۶)

اور خواہ وہ زمین کی اگائی ہوئی چیزیں ہوں، خواہ خود ان کے نفوس ہوں، خواہ وہ چیزیں ہوں جنہیں ہر جاننے بھی نہیں۔

پاک اور برتر اور تمام نقصانات سے بری وہ اللہ تعالیٰ ہے جس نے زمین کی پیداوار کو اور خود تم کو جوڑ جوڑ پیدا کیا ہے اور مختلف قسم کی مخلوق کے جوڑے بنائے ہیں جنہیں تم جاننے بھی نہیں ہو۔ جیسے اور آیت میں ہے:

وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ (51:49)

ہم نے ہر چیز کے جوڑے پیدا کئے ہیں تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔

ایک اور نشانی:

اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کی نشانی بیان ہو رہی ہے اور وہ دن رات ہیں جو اُجالے اور اندھیرے والے ہیں اور برابر ایک دوسرے کے پیچھے آ جا رہے ہیں جیسے اور جگہ فرمایا:

يُغْشِي الْاَيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهُ حَبِيْبًا (7:54)

رات کو دن سے چھپاتا ہے رات دن کو جلدی جلدی ڈھونڈتی آتی ہے۔

وَاٰيَةٌ لَهُمْ اللَّيْلُ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُظْلِمُونَ (۳۷)

اور ان کے لئے ایک نشانی رات ہے جس سے ہم دن کو الگ کر دیتے ہیں تو وہ یکا یک اندھیرے میں رہ جاتے ہیں۔

یہاں بھی فرمایا رات میں سے ہم دن کو کھینچ لیتے ہیں دن تو ختم ہوا اور رات آگئی اور چاروں طرف سے اندھیرا چھا گیا۔

وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَهَا ...

اور سورج کے لئے جو مقررہ راہ ہے اسی پر چلتا رہتا ہے۔

مستقر سے مراد یا تو مستقر مکانی یعنی جائے قرار ہے اور عرشِ تلی کی وہ ہی سمت ہے۔

پس ایک سورج ہی نہیں بلکہ کل مخلوق عرش کے نیچے ہی ہے اس لئے کہ عرش ساری مخلوق کے اوپر ہے اور سب کو احاطہ کئے ہوئے ہے اور وہ **کرہ** نہیں ہے جیسے کہ بہت داں کہتے ہیں بلکہ وہ مثلِ قبة کے ہے جس کے پائے ہیں اور جسے فرشتے اٹھائے ہوئے ہیں انسانوں کے سروں کے اوپر اوپر والے عالم میں ہے پس جب کہ سورج فلکی قبة پر ٹھیک ظہر کے وقت ہوتا ہے اس وقت وہ عرش سے بہت قریب ہوتا ہے پھر جب وہ گھوم کر چوتھے فلک میں اسی مقام کے بالقابل آجاتا ہے یہ آدھی رات کا وقت ہوتا ہے جب کہ وہ عرش سے بہت دور ہو جاتا ہے پس وہ سجدہ کرتا ہے اور طلوع کی اجازت چاہتا ہے جیسے کہ احادیث میں ہے۔

صحیح بخاری ہے حضرت ابو ذرؓ کہتے ہیں میں سورج غروب ہونے کے وقت رسول اللہؐ کے پاس مسجد میں تھا آپؐ نے مجھ سے فرمایا جانتے ہو یہ سورج کہاں غروب ہوتا ہے میں نے کہا اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہی خوب جانتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا:

فَإِنَّهَا تَذْهَبُ حَتَّى تَسْجُدَ تَحْتَ الْعَرْشِ، فَذَلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى:

اور وہ عرشِ تلی جا کر اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتا ہے۔

پھر آپؐ نے آیت وَالشَّمْسُ تَلَاوَتُ كَى۔

وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَهَا ذَلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ

اور حدیث میں ہے کہ آپؐ سے حضرت ابو ذرؓ نے اس آیت کا مطلب پوچھا تو آپؐ نے فرمایا:

مُسْتَقَرُّهَا تَحْتَ الْعَرْشِ

اس کی قرار گاہ عرش کے نیچے ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ سورج طلوع ہوتا ہے اسے انسانوں کے گناہ لوٹا دیتے ہیں وہ غروب ہو کر سجدہ میں گر پڑتا ہے اور اجازت طلب کرتا ہے اجازت مل جاتی ہے ایک دن یہ غروب ہو کر بہ عاجزی سجدہ کرے گا اور اجازت مانگے گا لیکن اجازت نہ دی جائے گی۔ وہ کہے گا کہ راہ دور ہے اور اجازت ملی نہیں اس لئے پہنچ نہیں سکوں گا۔ پھر کچھ دیر روک رکھنے کے بعد اس سے کہا جائے گا کہ جہاں سے غروب ہوا تھا وہیں سے طلوع ہو جا! یہی قیامت کا دن ہوگا جس دن ایمان لانا محض بے سود ہوگا اور نیکیاں کرنی بھی ان کے لئے جو اس سے پہلے ایماندار نیکو کار نہ تھے بے کار ہوں گی۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ **مستقر** سے مراد اس کے چلنے کی انتہا ہے پوری بلندی جو گرمیوں میں ہوتی ہے اور پوری پستی جو جاڑوں میں ہوتی ہے پس یہ ایک قول ہوا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ آیت کے اس لفظ **مستقر** سے مراد اس کی چال کا خاتمہ ہے، قیامت کے دن اس کی حرکت باطل ہو جائے گی، یہ بے نور ہو جائے گا اور یہ عالم کل کا کل ختم ہو جائے گا۔ یہ **مستقر** زمانی ہے۔

حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ وہ اپنے **مستقر** پر چلتا ہے یعنی اپنے وقت اور میعاد پر جس سے تجاوز نہیں کر سکتا، جو اس کے راستے جاڑوں کے اور گرمیوں کے مقرر ہیں ان ہی راستوں سے آتا جاتا ہے۔

عباس کی قرأت **لا مستقر لہا** ہے یعنی اس کے لئے سکون و قرار نہیں بلکہ دن رات بحکم اللہ تعالیٰ گردش کرتا رہتا ہے نہ رکے نہ تھکے جیسے فرمایا:

وَسَخَّرَ لَكُمْ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَائِبِينَ (14:33)

اس نے تمہارے لئے سورج اور چاند کو مسخر کیا ہے۔

جو نہ تھکیں نہ ٹھہریں، قیامت تک چلتے پھرتے ہی رہیں گے۔

... ذَلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ (۳۸)

یہ ہے اندازہ غالب با علم اللہ تعالیٰ کا۔

یہ اندازہ اس اللہ تعالیٰ کا ہے جو غالب ہے جس کی کوئی مخالفت نہیں کر سکتا، جس کے حکم کو کوئی نال نہیں سکتا۔

وہ علیم ہے ہر حرکت و سکون کو جانتا ہے، اس نے اپنی حکمت کاملہ سے اس کی رفتار مقرر کی ہے جس میں نہ اختلاف واقع ہو سکے نہ اس کے برعکس ہو سکے جیسے فرمایا:

فَالِقُ الْإِصْبَاحِ وَجَعَلَ اللَّيْلَ سَكَنًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ذَلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ (6:96)

صبح کا ٹکالنے والا جس نے رات کو راحت کا وقت بنایا اور سورج چاند کو حساب سے مقرر کیا۔ یہ ہے اندازہ غالب ذی علم کا۔

اس آیت کو بھی اسی طرح ختم کیا

ذَلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ

وَالْقَمَرَ قَدَرْنَا مَنْزِلَ حَتَّىٰ عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ (۳۹)

اور چاند کی ہم نے منزلیں مقرر کر رکھی ہیں یہاں تک کہ وہ ہر پھر کر پرانی شبی کی طرح ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ چاند کی ہم نے منزلیں مقرر کر دی ہیں وہ ایک جداگانہ چال چلتا ہے جس سے مہینے معلوم ہو جائیں جیسے سورج کی چال سے رات دن معلوم ہو جاتے تھے جیسے فرمان ہے:

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَهْلِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ (2:189)

لوگ تجھ سے چاند کے بارے میں سوال کرتے ہیں تو جواب دے کہ وقتوں اور حج کے موسم کو بتلانے کے لئے ہے۔

اور اس آیت میں فرمایا:

هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاءً وَالْقَمَرَ نُورًا وَقَدَرَهُ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ (10:5)

اس نے سورج کو ضیاء اور چاند کو نور دیا ہے اور اس کی منزلیں شہرا دی ہیں تاکہ تم برسوں کو اور حساب کو معلوم کر لو۔

اور آیت میں ہے:

وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ آيَاتَيْنِ فَمَحْوَنًا آيَةَ اللَّيْلِ وَجَعَلْنَا آيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِتَبْتَغُوا فَضْلًا مِّن رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنَا تَفْصِيلًا (17:12)

ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنا دی ہیں رات کی نشانی کو ہم نے دھندلا کر دیا ہے اور دن کی نشانی کو روشن کیا ہے تاکہ تم اس میں اپنے رب کی نازل کردہ روزی کو تلاش کر سکو اور برسوں کا شمار اور حساب معلوم کر سکو۔ ہم نے ہر چیز کو خوب تفصیل سے بیان کر دیا ہے۔

پس سورج کی چمک دمک اس کے ساتھ مخصوص ہے اور چاند کی روشنی اسی میں ہے اس کی رفتار بھی مختلف ہے سورج ہر دن طلوع و غروب ہوتا ہے اسی جوت کے ساتھ ہوتا ہے ہاں اس کے طلوع و غروب کی جگہیں جاڑے میں اور گرمی میں الگ الگ ہوتی ہیں۔ اسی سبب سے دن رات کی طولانی میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔

وَالْقَمَرَ قَدَرْنَا مَنَازِلَ حَتَّىٰ عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ

سورج دن کا ستارہ ہے اور چاند رات کا ستارہ ہے اس کی منزلیں مقرر ہیں۔ مہینے کی پہلی رات طلوع ہوتا ہے بہت چھوٹا ہوتا ہے روشنی کم ہوتی ہے دوسری شب روشنی اس سے بڑھ جاتی ہے اور منزل بھی ترقی کرتی جاتی ہے۔ پھر جوں جوں بلند ہوتا جاتا ہے روشنی بڑھتی جاتی ہے گو اس کی نورانیت سورج سے ملی ہوئی ہوتی ہے آخر چودھویں رات کو چاند کامل ہو جاتا ہے اور اس کی چاندنی بھی کمال کی ہو جاتی ہے۔

پھر گھٹنا شروع ہوتا ہے اور اسی طرح درجہ بدرجہ بتدریج گھٹتا ہوا مثل کبوتر کے خوشے کی ٹہنی کے ہو جاتا ہے جس پر تر کھجوریں لٹکتی ہوں اور وہ خشک ہو کر بل کھا گئی ہو۔ پھر اسے نئے سرے سے اللہ تعالیٰ دوسرے مہینے کی ابتدا میں ظاہر کرتا ہے۔

عرب میں چاند کی روشنی کے اعتبار سے مہینے کی راتوں کے نام رکھ لئے گئے ہیں مثلاً

۔ پہلی تین راتوں کا نام **غورد** ہے

۔ اس کے بعد کی تین راتوں کا نام **نفل** ہے

۔ اور اسکے بعد کی تین راتوں کا نام **تسع** ہے۔ اس لئے کہ انکی آخری رات نویں ہوتی ہے

۔ اس کے بعد کی تین راتوں کا نام **عشر** ہے اس لئے کہ انکا شروع دسویں سے ہے۔

۔ ان کے بعد کی تین راتوں کا نام **بیض** ہے اس لئے کہ ان راتوں میں چاند کی روشنی آخر تک رہا کرتی ہے۔

اس کے بعد کی تین راتوں کا نام ان کے ہاں **درع** ہے یہ لفظ درعاء کی جمع ہے ان کا یہ نام اس لئے رکھا ہے کہ سولہویں کو چاند ذرا دیر سے طلوع ہوتا ہے تو تھوڑی دیر تک اندھیرا یعنی سیاہی رہتی ہے اور عرب میں اس بکری کو جس کا سر سیاہ ہو شاقہ درعاء کہتے ہیں۔

اس کے بعد کی تین راتوں کو **ظلم** کہتے ہیں

پھر تین کو **حسادس**

پھر تین کو **دراری**

پھر تین کو **محاق** اس لئے کہ اس میں چاند ختم ہو جاتا ہے اور مہینہ بھی ختم ہوتا ہے۔

لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا اللَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ...

ند آفتاب کی یہ مجال ہے کہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات دن پر آگے بڑھ جائے والی ہے۔

چاند کی حدیں اس نے مقرر کی ہیں ناممکن ہے کہ کوئی اپنی حد سے ادھر یا ادھر ہو جائے یا آگے پیچھے ہو جائے۔ اس کی باری کے وقت وہ گم ہے اس کی باری کے وقت یہ خاموش ہے۔
حسن کہتے ہیں کہ یہ چاند رات کو ہے۔

تکرمہ فرماتے ہیں رات کو سورج طلوع نہیں ہو سکتا نہ رات دن سے سبقت کر سکتی ہے یعنی رات کے بعد ہی رات نہیں آ سکتی بلکہ درمیان میں دن آ جائے گا۔ پس سورج کی سلطنت دن کو ہے اور چاند کی بادشاہت رات کو ہے رات ادھر سے جاتی ہے ادھر سے دن آتا ہے ایک دوسرے کے تعاقب میں ہیں لیکن نہ تصادم کا ڈر ہے نہ بے نظمی کا خطرہ ہے۔ نہ یہ کہ دن ہی چلا جائے رات نہ آئے نہ اس کے خلاف ایک جاتا ہے دوسرا آتا ہے ہر ایک اپنے اپنے وقت پر غائب و حاضر ہوتا رہتا ہے۔

... وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ (٤٠)

اور سب کے سب آسمان میں تیرتے پھرتے ہیں۔

سب کے سب یعنی سورج چاند دن رات فلک آسمان میں تیر رہے ہیں اور گھومتے پھرتے ہیں۔

کشتی قدرت الہی کی نشانی:

وَآيَةٌ لَهُمْ أَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفَلَكِ الْمَشْحُونِ (٤١)

ان کے لئے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ ہم نے ان کی نسل کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا۔

وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِنْ مِثْلِهِ مَا يَرْكَبُونَ (٤٢)

اور ان کے لئے اسی جیسی اور چیزیں پیدا کیں جن پر یہ سوار ہوتے ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی قدرت کی ایک اور نشانی بتا رہا ہے کہ اس نے سمندر کو مسخر کر دیا ہے جس میں کشتیاں برابر آمد و رفت کر رہی ہیں۔ سب سے پہلی کشتی حضرت نوحؑ کی تھی جس میں سوار ہو کر وہ خود اور ان کے ساتھ ایماندار بندے نجات پا گئے باقی روئے زمین پر ایک انسان بھی نہ بچا تھا۔

ہم نے اس زمانے کے لوگوں کے آباؤ اجداد کو کشتی میں بٹھالیا تھا اور جو بالکل بھر پور تھی کیونکہ اس میں ضرورت کا کل اسباب بھی تھا اور ساتھ ہی حیوانات بھی تھے جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس میں بٹھالنے تھے ہر قسم کے جانور کا ایک جوڑا تھا بڑا باوقار مضبوط اور بوجھل وہ جہاز تھا۔ یہ صفت بھی صحیح طور پر حضرت نوحؑ کی کشتی پر صادق آتی۔ اسی طرح کی کشتی کی سواریاں بھی اللہ تعالیٰ نے انکے لئے پیدا کر دی ہیں۔ مثلاً اونٹ جو کشتی میں وہی کام دیتا ہے جو تری میں کشتی کام دیتی ہے اسی طرح دیگر چوپائے جانور بھی۔

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کشتی نوح نمونہ بنی اور پھر اس نمونے پر اور کشتیاں اور جہاز بننے چلے گئے اس مطلب کی تائید آیت **لنحلبنا لكم تذكرة (69:12)** سے بھی ہوتی ہے یعنی جب پانی نے طغیانی کی ہم نے تمہیں کشتی پر سوار کر لیا تاکہ اسے تمہارے لئے ایک یادگار بنا دیں اور یاد رکھنے والے کان اسے یاد رکھیں۔

وَإِنْ نَشَأْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيخَ لَهُمْ وَلَا هُمْ يُنقَدُونَ (۴۳)

اور اگر ہم چاہتے تو انہیں ڈبو دیتے پھر نہ تو کوئی ان کا مددگار ہوتا نہ وہ رہا کئے جاتے۔

إِنَّا رَحْمَةٌ مِّنَّا وَمَتَاعًا إِلَىٰ حِينٍ (۴۴)

لیکن ہم اپنی طرف سے رحمت کرتے ہیں

ہمارے اس احسان کو فراموش نہ کرو کہ سمندر سے ہم نے تمہیں پار کر دیا۔ اگر ہم چاہتے تو اسی میں تمہیں ڈبو دیتے، کشتی کی کشتی بیٹھ جاتی، کوئی نہ ہوتا جو اس وقت تمہاری فریادری کرے نہ کوئی ایسا تمہیں ملتا جو تمہیں بچا سکے، لیکن یہ صرف ہماری رحمت ہے کہ کشتی اور تری کے لمبے چوڑے سفر تم با آرام و راحت طے کر رہے ہو، اور ہم تمہیں اپنے غمیرائے ہوئے وقت تک ہر طرح سلامت رکھتے ہیں۔

منکر اللہ کی ہر بات سے منہ پھیرتا ہے:

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّقُوا مَا بَيْنَ أَيْدِيكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ (۴۵)

ان سے جب کہا جاتا ہے کہ اگلے پچھلے گناہوں سے بچو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

کافروں کی سرکشی نادانی اور عناد و تکبر بیان ہو رہا ہے کہ جب ان سے گناہوں سے بچنے کو کہا جاتا ہے کہ جو کچھ کر چکے ان پر نادم ہو جاؤ اور ان سے توبہ کر لو اور آئندہ کے لئے ان سے احتیاط کرو اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے گا اور تمہیں اپنے عذابوں سے بچالے گا۔ تو وہ اس پر کار بند ہونا تو ایک طرف اور منہ پھلایا لیتے ہیں۔

قرآن نے اس جملہ کو بیان نہیں فرمایا کیونکہ آگے جو آیت ہے وہ اس پر صاف طور سے دلالت کرتی ہے۔ اس میں ہے کہ

وَمَا تَأْتِيهِمْ مِّنْ آيَةٍ مِّنْ آيَاتِ رَبِّهِمْ إِلَّا كَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ (٤٦)

ان کے پاس تو ان کے رب تعالیٰ کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی ایسی نہیں آتی جس سے یہ بے
رخی نہ برتتے ہوں۔

یہی ایک بات کیا ان کی تو عادت ہو گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہر بات سے منہ پھیر لیں۔ نہ اس کی توحید کو مانتے ہیں اور نہ
رسولوں کو سچا جانتے ہیں نہ ان میں غم و خوشی کی عادت نہ ان میں قبولیت کا مادہ نہ نفع کو حاصل کرنے کا ملکہ۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ أَنْفِقُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ ...

ان سے جب کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دیئے گئے ہوئے میں سے کچھ دو!

... قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْطَعِمُ مَنْ لَوْ يَشَاءُ اللَّهُ أَطْعَمَهُ ...

تو یہ کفار ایمان والوں کو جواب دیتے ہیں کہ ہم کیوں کھلائیں؟ جنہیں اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو خود کھلا پلا دیتا

... إِنَّ أَنْتُمْ إِلَّا فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ (٤٧)

تم تو ہو ہی کھلی غلطی میں۔

ان کو جب راہ اللہ تعالیٰ خیرات کرنے کو کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو تمہیں دیا ہے اس میں فقراء، مساکین اور محتاجوں کا
حصہ بھی ہے۔ تو یہ جواب دیتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوتا تو ان غریبوں کو خود ہی دیتا۔ جب اللہ تعالیٰ ہی کا ارادہ انہیں
دینے کا نہیں تو ہم اللہ تعالیٰ کے ارادے کے خلاف کیوں کریں؟ تم جو ہمیں خیرات کی نصیحت کر رہے ہو اس میں بالکل غلطی
پر ہو۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ پچھلا جملہ کفار کی تردید میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو۔ یعنی اللہ تعالیٰ ان کفار سے فرما رہا ہے کہ تم کھلی
گمراہی میں ہو لیکن اس سے یہی اچھا معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی کفار کے جواب کا حصہ ہے واللہ اعلم

منکرین قیامت:

وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَذَا الْوَعْدُ إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ (٤٨)

کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب آئے گا سچے ہو تو تو بتلاؤ!

کافر چونکہ قیامت کے آنے کے قائل نہ تھے اس لئے وہ نبیوں سے اور مسلمانوں سے کہا کرتے تھے کہ پھر قیامت کو لاتے
کیوں نہیں! اچھا یہ تو بتاؤ کہ کب آئے گی؟

مَا يَنْظُرُونَ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً تَأْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُونَ (٤٩)

انہیں صرف ایک سخت چیخ کا انتظار ہے جو انہیں آ پکڑے گی

اللہ تعالیٰ انہیں جواب دیتا ہے کہ اس کے آنے کے لئے ہمیں کچھ سامان نہیں کرنے پڑیں گے صرف ایک مرتبہ صورت پھونک دیا جائے گا۔ دنیا کے لوگ روزمرہ کی طرح اپنے اپنے کام کاج میں مشغول ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ حضرت اسرافیلؑ کو صورت پھونکنے کا حکم دے گا۔ وہیں لوگ ادھر ادھر گرنے پڑنے شروع ہو جائیں گے۔

فَلَا يَسْتَطِيعُونَ تَوْصِيَةً وَلَا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ يَرْجِعُونَ (٥٠)

اس وقت نہ تو یہ وصیت کر سکیں گے اور نہ اپنے والوں کی طرف لوٹ سکیں گے۔

اس آسمانی تیز و تند آواز سے سب کے سب محشر میں اللہ تعالیٰ کے سامنے جمع کر دیئے جائیں گے۔ اس چیخ کے بعد کسی کو اتنی بھی مہلت نہیں ملے گی کہ کسی سے کچھ کہہ سکنے کوئی وصیت اور نصیحت کر سکنے اور نہ پھر انہیں اپنے گھر والوں کی طرف واپس جانے کی طاقت رہے گی۔

اس آیت کے متعلق بہت سے آثار اور حدیثیں مذکور ہیں جن کو ہم دوسری جگہ بیان کر چکے ہیں۔ اس پہلے **نفسحہ** کے بعد دوسرا **نفسحہ** ہوگا جس سے سب کے سب مر جائیں گے کل جہان فنا ہو جائے گا بجز اس بیٹنگی والے اللہ تعالیٰ کے جس کو فنا نہیں۔ اس کے بعد پھر جی اٹھنے کا **نفسحہ** ہوگا۔

دوسرا صورت پھونکنے کا وقت:

وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَإِذَا هُمْ مِنَ الْأَجْدَاثِ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يَنْسِلُونَ (٥١)

صورت پھونکے جاتے ہی سب کے سب اپنی قبروں سے اپنے پروردگار کی طرف تیز تیز چلنے لگیں گے۔

ان آیتوں میں دوسرے **نفسحہ** کا ذکر ہو رہا ہے جس سے مردے جی اٹھیں گے۔

ینسلون کا مصدر **نسلان** ہے اور اس کے معنی تیز چلنے کے ہیں جیسے اور آیت میں ہے:

يَوْمَ يَخْرُجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ سِرَاعًا كَأَنَّهُمْ إِلَىٰ نُصُبٍ يُوفِضُونَ (70:43)

جس دن یہ قبروں سے نکل کر اس تیزی سے چلیں گے کہ گویا وہ کسی نشان کی طرف لپکے جا رہے ہیں۔

قَالُوا يَا وَيْلَنَا مَن بَعَثَنَا مِن مَّرْقَدِنَا ...

کہیں گے ہائے ہائے ہماری خوابگاہوں سے کس نے اٹھا دیا۔

چونکہ دنیا میں انہیں قبروں سے جی اٹھنے کا ہمیشہ انکار رہا تھا اس لئے آج یہ حالت دیکھ کر کہیں گے کہ ہائے افسوس ہمارے سونے کی جگہ سے ہمیں کس نے اٹھا دیا۔ اس سے قبر کے عذاب کا نہ ہونا ثابت نہیں ہوتا اس لئے کہ جس ہول و شدت کو جس تکلیف اور مصیبت کو یہ اب دیکھیں گے اس کی بنیست تو قبر کے عذاب بے حد خفیف ہی تھے گویا کہ وہ وہاں آرام میں تھے۔

بعض بزرگوں نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اس سے پہلے ذرا سی دیر کے لئے فی الواقع انہیں نیند آ جائے گی۔
حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ پہلے نفعے اور اس دوسرے نفعے کے درمیان یہ سوچائیں گے اس لئے اب اٹھ کر یوں کہیں گے۔

... هَذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمَنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُونَ (۵۲)

یہی ہے جس کا وعدہ رحمن نے دیا تھا اور رسولوں نے سچ سچ کہہ دیا تھا۔

اس کا جواب ایماندار لوگ دیں گے کہ اسی اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا اور یہی اللہ تعالیٰ کے سچے رسول فرمایا کرتے تھے۔
یہ بھی کہا گیا ہے کہ فرشتے یہ جواب دیں گے۔

اس وقت با ایمان اور علماء فرمائیں گے تم اللہ تعالیٰ کے لکھے ہوئے کے مطابق قیامت کے دن تک رہے۔ یہی قیامت کا دن ہے لیکن تم محض بے علم ہو تم تو اسے ان ہونی مانتے تھے حالانکہ وہ ہم پر بالکل سہل ہے۔

إِنْ كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً فَإِذَا هُمْ جَمِيعٌ لَدَيْنَا مُحْضَرُونَ (۵۳)

یہ نہیں ہے مگر ایک تندر آواز کہ یکا یک سارے کے سارے جمع ہو کر ہمارے سامنے حاضر کر دیئے جائیں گے۔

ایک آواز کی دیر ہے کہ ساری مخلوق ہمارے سامنے موجود ہو جائے گی۔ جیسے اور آیت میں ہے:

فَإِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَاحِدَةٌ

فَإِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ (14-79:13)

(معلوم ہونا چاہیے کہ) وہ تو صرف ایک خوفناک آواز ہے کہ (جسکے پیدا ہوتے ہی) وہ ایک دم میدان میں جمع ہو جائیں گے۔

یعنی ڈانٹ کے ساتھ ہی سب میدان میں جمع ہو جائیں گے۔ اور آیت میں فرمایا:

امر قیامت تو مثل آنکھ چپکانے کے بلکہ اس سے بھی زیادہ قریب ہے۔

اور جیسے فرمایا:

وَمَا أَمْرُ السَّاعَةِ إِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ أَوْ هُوَ أَقْرَبُ (16:77)

يَوْمَ يَدْعُوكُمْ فَتَسْتَجِيبُونَ بِحَمْدِهِ وَتَظُنُّونَ إِن لَّبِئْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا (17:52)

جس دن وہ تمہیں بلائے گا اور تم اس کی تعریف کرتے ہوئے اسے جواب دو گے اور یقین کر لو گے کہ تم بہت ہی کم مدت رہے۔

فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ...

پس آج کسی شخص پر کچھ بھی ظلم نہ کیا جائے گا

... وَلَا تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ (۵۴)

تمہیں نہیں بدلہ دیا جائے گا مگر صرف انہی کاموں کا جو تم کیا کرتے تھے۔

الغرض حکم کے ساتھ ہی سب حاضر سامنے موجود اس دن کسی کا کوئی عمل نہ مارا جائے گا۔ ہر ایک کو اس کے کئے ہوئے اعمال کا ہی بدلہ دیا جائے گا۔

اہل جنت پر انعامات:

إِنَّ أَصْحَابَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِي شُغْلٍ فَاكِهِونَ (۵۵)

جنتی لوگ آج کے دن اپنے دلچسپ مشغلوں میں ہشاش بشاش ہیں۔

جنتی لوگ میدان قیامت سے فارغ ہو کر جنتوں میں بعد اکرام و بہ ہزار تعظیم پہنچائیں جائیں گے اور وہاں کی گونا گوں نعمتوں اور راحتوں میں اس طرح مشغول ہوں گے کہ کسی دوسری جانب نہ التفات ہوگا نہ کسی اور طرف کا خیال۔ یہ جہنم سے اور جہنم والوں سے بے فکر ہوں گے۔ اپنی لذتوں اور مزے دار یوں میں اس قدر سرور ہوں گے کہ اور ہر ایک چیز سے بے خبر ہو جائیں گے۔

هُمْ وَأَزْوَاجُهُمْ فِي ظِلَالٍ عَلَى النَّارِ الْكَبِيرِ مُتَكْوِنُونَ (۵۶)

وہ اور انکی بیویاں سایوں میں مسہریوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے۔

نہایت ہشاش بشاش ہوں گے کنواری حوریں انہیں ملی ہوئی ہوں گی جن سے وہ لطف اندوز ہو رہے ہوں گے طرح طرح کی راگ راگنیاں اور خوش آوازیں دل فریبی سے ان کے دلوں کو بھار رہی ہوں گی ان کے ساتھ ہی اس لطف و سرور میں ان کی بیویاں اور انکی حوریں بھی شامل ہوں گی۔

لَهُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ وَلَهُمْ مَّا يَدَّعُونَ (۵۷)

ان کے لئے جنت میں ہر قسم کے میوے ہوں گے اور وہ بھی جو کچھ وہ طلب کریں۔

جنتی میوے دار درختوں کے ٹھنڈے اور گھنے سایوں میں با آرام تختوں پر تکیوں سے لگے بے غمی اور بے فکری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مہمانداری سے مزے اٹھا رہے ہوں گے ہر قسم کے میوے بکثرت ان کے پاس موجود ہوں گے اور بھی جس چیز کو جی چاہے جو خواہش ہو پوری کی جائے گی۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا:

کیا تم میں سے کوئی اس جنت میں جانے کا خواہش مند اور اس کے لئے تیاریاں کرنے والا اور مستعدی ظاہر کرنے والا ہے؟ جس میں کوئی خوف و خطر نہیں۔ رب کعبہ کی قسم وہ سراسر نور ہی نور ہے اس کی تازگیاں بے حد ہیں اس کا سبزہ لہلہا رہا ہے اس کے بالا خانے مضبوط بلند اور پختہ ہیں اس کی نہریں پر ہیں اور رواں ہیں اسکے پھل ذائقے دار اور کچے ہوئے اور بکثرت ہیں اس میں

خوبصورت نوجوان حوریں ہیں ان کے لباس ریشمی اور پیش قیمت ہیں اس کی نعمتیں ابدی اور لازوال ہیں وہ سلامتی کا گھر ہے وہ سبز اور تازہ پھلوں کا باغ ہے اس کی نعمتیں بکثرت اور عمدہ ہیں اور اس کے محلات بلند و بالا اور مزین ہیں۔

یہ سن کر جتنے صحابہؓ تھے سب نے کہا حشور! ہم اس کے لئے تیاریاں کرنے اور اس کے حاصل کرنے کی کوشش کرنے والے ہیں آپؐ نے فرمایا ان شاء اللہ کہو۔ چنانچہ انہوں نے کہا ان شاء اللہ۔

سَلَامٌ قَوْلًا مِنْ رَبِّ رَحِيمٍ (۵۸)

مہربان پروردگار کی طرف سے انہیں سلام کہا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر سلام ہی سلام ہے۔ خود اللہ تعالیٰ اہل جنت کے لئے سلام ہے جیسے فرمایا:

ثَحِيْبُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهُ سَلَامٌ (33:44)

ان کا تحفہ جس روز وہ اللہ تعالیٰ سے ملیں گے سلام ہوگا۔

رسول اللہؐ فرماتے ہیں:

جنتی اپنی نعمتوں میں مشغول ہوں گے کہ اوپر کی جانب سے ایک نور چمکے گا۔ یہ اپنا سراٹھائیں گے تو اللہ تعالیٰ کے دیدار سے مشرف ہوں گے۔ اور رب فرمائے گا **السَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا هَلِ الْجَنَّةِ** یہی معنی ہیں اس آیت **سَلَامٌ قَوْلًا** کے۔

جنتی خاص طور سے اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کو دیکھے گا۔ کسی نعمت کی طرف وہ اس وقت آنکھ بھی نہ اٹھائیں گے یہاں تک کہ حجاب حائل ہو جائے گا اور نور و برکت ان کے پاس باقی رہ جائے گا۔

یہ حدیث ابن ابی حاتم میں ہے لیکن سند کمزور ہے۔

وَأَمَّا زُوا الْيَوْمِ أَيُّهَا الْمُجْرِمُونَ (۵۹)

اے گنہگارو! آج تم کیسے ہو جاؤ۔

اللہ فرماتا ہے کہ نیک کاروں سے بدکاروں کو چھانت دیا جائے گا۔ کافروں سے کہہ دیا جائے گا کہ مومنوں سے دور ہو جاؤ پھر ہم ان میں امتیاز کروں گے انہیں الگ الگ کر دیں گے۔ اسی طرح سورہ روم میں ہے:

وَيَوْمَ نَقُومُ السَّاعَةَ يَوْمَئِذٍ يَتَفَرَّقُونَ (30:14)

جس روز قیامت قائم ہوگی اس روز سب کے سب جدا جدا ہو جائیں گے۔

یعنی ان کے دو گروہ بن جائیں گے۔ اور سورہ الصافات میں فرمان ہے:

احْشُرُوا الَّذِينَ ظَلَمُوا وَأَرْوَجَهُمْ وَمَا كَانُوا يَعْبُدُونَ

مِنْ دُونِ اللَّهِ فَأَهْدُوهُمْ إِلَى صِرَاطِ الْجَحِيمِ (23-37:22)

ظالموں کو اور ان جیسوں کو اور ان کے جھوٹے معبودوں کو جنہیں وہ اللہ تعالیٰ کے سوا پوجتے تھے جمع کرو اور انہیں
جہنم کا راستہ دکھاؤ۔

أَلَمْ أَعْهَدْ إِلَيْكُمْ يَا بَنِي آدَمَ أَنْ لَا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ ...

اے اولاد آدم! کیا میں نے تم سے یہ قول وقرار نہیں لیا تھا کہ تم شیطان کی تابعداری نہ کرنا۔

إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ (٦٠)

وہ تو تمہارا کھلا دشمن ہے۔

جنتیوں پر جس طرح طرح کی نوازشیں ہو رہی ہوں گی اسی طرح جہنم والوں پر طرح طرح کی سختیاں ہو رہی ہوں گی۔ ان کو بطور ڈانٹ ڈپٹ کے کہا جائے گا کہ کیا میں نے تم سے عہد نہیں لیا تھا کہ شیطان کی نہ ماننا وہ تمہارا دشمن ہے۔ لیکن اس کے باوجود تم نے مجھ رحمن کی نافرمانی کی اور شیطان کی فرمانبرداری کی۔

وَأَنْ اعْبُدُونِي ...

اور میری ہی عبادت کرتے رہنا۔

... هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ (٦١)

سیدھی راہ یہی ہے۔

خالق مالک رازق میں اور فرمانبرداری کی جائے میرے راندہ درگاہ کی میں تو کہہ چکا تھا کہ ایک میری ہی ماننا اور صرف مجھ ہی کو پوجنا اور مجھ تک پہنچنے کا سیدھا قریب کا اور صحیح راستہ یہی ہے۔ لیکن تم اگلے چلے یہاں بھی اگلے ہی جاؤ ان نیک بختوں کی اور تمہاری راہ الگ الگ ہے یہ جنتی ہیں تم دوزخی ہو۔

وَلَقَدْ أَضَلَّ مِنْكُمْ جِبَلًا كَثِيرًا ...

شیطان نے تو تم میں سے بہت ساری مخلوق کو بہکا دیا۔

جبال سے مراد خلق کثیر بہت ہی مخلوق ہے لغت میں جلب بھی کہا جاتا ہے اور جبل بھی کہا جاتا ہے۔

... أَفَلَمْ تَكُونُوا تَعْقِلُونَ (٦٢)

کیا تم عقل نہیں رکھتے۔

شیطان نے تم میں سے بکثرت لوگوں کو بہکا دیا اور صحیح راہ سے ہٹا دیا تم میں اتنی بھی عقل نہ تھی کہ تم اس کا فیصلہ کر سکتے کہ رحمن کی مانیں یا شیطان کی؟ اللہ تعالیٰ کو پوجیں یا مخلوق کو!

مجرموں کے منہ بند کر دیئے جائیں گے:

هَذِهِ جَهَنَّمُ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ (۶۳)

یہی وہ دوزخ ہے جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا۔

اصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ (۶۴)

اپنے کفر کا بدلہ پانے کے لئے آج اس میں داخل ہو جاؤ۔

جہنم بھڑکتی ہوئی، شعلے مارتے ہوئی، چیختی اور چلاتی ہوئی سامنے ہوگی اور کفار سے کہا جائے گا کہ یہی وہ جہنم ہے جس کا ذکر میرے رسول کرتے تھے جس سے وہ ڈرایا کرتے تھے اور تم انہیں جھٹلاتے تھے۔ اب اپنے کفر کا مزہ چکھو! انہوں نے کہا میں کو پڑو۔ چنانچہ اور آیت میں ہے

يَوْمَ يُدْعَوْنَ إِلَىٰ نَارِ جَهَنَّمَ دَعَاً

هَذِهِ النَّارُ الَّتِي كُنْتُمْ بِهَا تُكذَّبُونَ

أَفَسِحْرٌ هَذَا أَمْ أَنْتُمْ لَا تُبْصِرُونَ (15-52:13)

جس دن یہ جہنم کی طرف دیکھیلے جائیں گے اور کہا جائے گا یہی وہ دوزخ ہے جس کا تم انکار کرتے رہے تلو! یہ جاو ہے یا تم اندھے ہو گئے ہو؟

الْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلَىٰ أَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا أَيْدِيهِمْ ...

ہم آج کے دن ان کے منہ پر مہریں کر دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے باتیں کریں گے

...وَتَشْهَدُ أَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ (۶۵)

اور ان کے پاؤں گواہیاں دیں گے ان کاموں کی جنہیں وہ کرتے تھے۔

قیامت کے روز جب یہ کفار اور منافقین اپنے گناہوں کا انکار کریں گے اور اس پر قسمیں کھالیں گے تو اللہ ان کی زبانوں کو بند کر دے گا اور ان کے بدن کے اعضاء سچی سچی گواہی دینا شروع کر دیں گے۔

حضرت انس فرماتے ہیں کہ ہم حضورؐ کے پاس تھے جو آپؐ کا ایک بیٹے اور اس قدر کہ سوڑھے کھل گئے پھر ہم سے دریافت کرنے لگے کہ جانتے ہو میں کیوں ہنسا؟ ہم نے کہا اللہ اور اس کا رسول ہی خوب جانتے ہیں۔ فرمایا:

مَنْ مُجَادِلَةِ الْعَبْدِ رَبَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، يَقُولُ: رَبِّ أَلَمْ نُجْرِنِي مِنَ الظُّلْمِ؟ فَيَقُولُ: بَلَىٰ،

جو بندہ اپنے رب سے قیامت کے دن جھگڑے گا اس پر کہے گا کہ باری تعالیٰ کیا تو نے مجھے ظلم سے بچایا نہ تھا؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا ہاں۔

فَيَقُولُ: لَا أُحْيِزُ عَلَيَّ إِلَّا شَاهِدًا مِنْ نَفْسِي،

تو یہ کہے گا پس پھر میں کسی گواہ کی گواہی اپنے خلاف منظور نہیں کروں گا۔ بس میرا اپنا بدن تو میرا ہے باقی سب میرے دشمن ہیں۔

فَيَقُولُ: كَفَىٰ بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا، وَبِالْكَرَامِ الْكَاتِبِينَ شُهُودًا،

فَيُحْتَمُّ عَلَيَّ فِيهِ، وَيُقَالُ لَأَرْكَانِهِ: انطقي فَنَنْطِقَ بِعَمَلِهِ، ثُمَّ يُخَلِّي بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْكَلَامِ، فَيَقُولُ:

بُعْدًا لَكِنَّ وَسُحْفًا، فَعَنْكَنَّ كُنْتُ أَنْاضِلُ

اللہ فرمائے گا اچھا یونہی سہی تو ہی اپنا گواہ سہی اور میرے بزرگ فرشتے گواہ نہ سہی۔ چنانچہ اسی وقت زبان پر مہر لگا دی جائے گی اور اعضاء بدن سے فرمایا جائے گا بولو! تم خود ہی گواہی دو کہ تم سے اس نے کیا کیا کام لئے؟

وہ صاف صاف کھول کر سچ سچ ایک ایک بات بتلا دیں گے۔

پھر اس کی زبان کھول دی جائے گی تو یہ اپنے جسم کے جوڑوں اعضاء سے کہے گا تمہارا ستیا ناس ہو جائے تم ہی میرے دشمن بن بیٹھے میں تو تمہارے ہی بچاؤ کی کوشش کر رہا تھا اور تمہارے ہی فائدہ کی خاطر حجت بازی کر رہا تھا۔ نسائی

اور کا فرمانفقوں کو بلا یا جائے گا ان کے اعمال بدن کے سامنے رکھے جائیں گے اور کہا جائے گا کہو یہ ٹھیک ہے؟

یہ صاف انکار کر جائے گا اور کڑھاتی ہوئی قسمیں کھانے لگے گا کہ اے اللہ تیرے ان فرشتوں نے جھوٹی تحریر لکھی ہے میں نے ہرگز یہ گناہ نہیں کئے۔

فرشتہ کہے گا ہائیں ہائیں یہ کیا کہہ رہا ہے؟ کیا فلاں دن فلاں جگہ تو نے فلاں کام نہیں کیا؟

یہ کہے گا اے اللہ! تیری عزت کی قسم یہ محض جھوٹ ہے میں نے ہرگز نہیں کیا۔ اب اللہ اس کی زبان بند کر دے گا۔ غالباً سب سے پہلے اس کی وہی ران اسکے خلاف شہادت دے گی۔

یہی مضمون اس آیت میں بیان ہو رہا ہے۔

اے ستار العیوب! اے غفار الذنوب!

تو ہم گنہگاروں کی پردہ پوشی کر اور ہم مجرموں سے درگزر فرما!

اے اللہ اس دن ہمیں رسوا اور ذلیل نہ کر اپنے دامن رحمت میں ہمیں ڈھانپ لے۔

اے ذرہ نواز اللہ تعالیٰ اپنی بے پایاں بخشش کی موسلا دھار بارش کا ایک قطرہ ادھر بھی برسا دے

اور ہمارے تمام گناہوں کو دھو ڈال!

پروردگار ایک نظر رحمت ادھر بھی مالک الملک ہم بھی تیری چشم رحمت کے منتظر ہیں

اے غفور و رحیم اللہ تعالیٰ! کیا تیرے در سے بھی کوئی سوا لی خالی جھولی لے کرنا امید ہو کر آج تک لوٹا ہے۔

رحم کر رحم کراے مالک و خالق رحم کرے
 اپنے انتقام سے بچا، اپنے غصے سے نجات دے
 اپنی رحمتوں سے نواز دے اپنے عذابوں سے چھٹکارا دے
 اپنی جنت میں پہنچا دے اپنے دیدار سے مشرف فرما، آمین۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر ہم چاہتے تو انہیں گمراہ کر دیتے اور پھر یہ کبھی ہدایت حاصل نہ کر سکتے۔

وَلَوْ نَشَاءُ لَطَمَسْنَا عَلَىٰ أَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ ...

اگر ہم چاہتے تو ان کی آنکھیں بے نور کر دیتے پھر یہ رستے کی طرف دوڑتے پھرتے

... فَأَنَّىٰ يُبْصِرُونَ (۶۶)

لیکن انہیں کیسے دکھائی دیتا۔

وَلَوْ نَشَاءُ لَمَسَخْنَاهُمْ عَلَىٰ مَكَانَتِهِمْ ...

اور اگر ہم چاہتے تو ان کی جگہ ہی پر ان کی صورتیں مسخ کر دیتے

... فَمَا اسْتَطَاعُوا مُضِيًّا وَلَا يَرْجِعُونَ (۶۷)

پھر نہ وہ چل پھر سکتے اور نہ لوٹ سکتے۔

اگر ہم چاہتے تو ان کی آنکھیں اندھی کر دیتے تو یہ یونہی بھٹکتے پھرتے۔ ادھر ادھر راستے ٹٹولتے حق کو نہ دیکھ سکتے نہ صحیح راستے پہنچ سکتے اور اگر ہم چاہتے تو انہیں ان کے مکانات میں ہی مسخ کر دیتے، ان کی صورتیں بدل دیتے، انہیں ہلاک کر دیتے، انہیں پتھر کے بنا دیتے، ان کی ٹانگیں توڑ دیتے، پھر نہ وہ چل سکتے، یعنی آگے کو نہ وہ لوٹ سکتے، یعنی پیچھے کو بلکہ بت کی طرح ایک ہی جگہ بیٹھے رہتے، آگے پیچھے نہ ہو سکتے۔

جوانی اور بڑھاپا:

وَمَنْ نُعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ ...

جیسے ہم بوڑھا کرتے ہیں اسے پیدائشی حالت کی طرف پھر لوٹا دیتے ہیں۔

انسانوں کی عمر جوں جوں ڈھلتی جاتی ہے؟ پیری، ضعیفی، کمزوری اور ناتوانی آتی جاتی ہے۔ جیسے سورہ روم کی آیت میں ہے:

اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ ضَعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ ضَعْفًا وَشَيْبَةً يَخْلُقُ

مَا يَشَاءُ وَهُوَ الْعَلِيمُ الْقَدِيرُ (30:54)

اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے تمہیں ناتوانی کی حالت میں پیدا کیا پھر ناتوانی کے بعد طاقت عطا فرمائی پھر طاقت قوت کے بعد ضعف اور بڑھا پا کر دیا وہ جو چیز چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور وہ خوب جاننے والا پوری قدرت رکھنے والا۔

اور آیت میں ہے:

وَمِنْكُمْ مَنْ يُرَدُّ إِلَىٰ أَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئًا (22:5)

تم میں سے بعض بہت بڑی عمر کی طرف لوٹائے جاتے ہیں تاکہ علم کے بعد وہ بے علم ہو جائیں۔
پس مطلب آیت سے یہ ہے کہ دنیا زوال اور انتقال کی جگہ ہے یہ پائیدار اور قرار گاہ نہیں۔

... أَفَلَا يَعْقِلُونَ (۶۸)

کیا پھر بھی وہ نہیں سمجھتے۔

پھر بھی کیا یہ لوگ عقل نہیں رکھتے کہ اپنے بچپن پر پھر جوانی پر پھر بڑھاپے پر غور کریں اور اس سے نتیجہ نکال لیں کہ اس دنیا کے بعد آخرت آنے والی ہے اور اس زندگی کے بعد نئی زندگی میں دوبارہ پیدا ہونا ہے۔

وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشُّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ ...

نہ تو ہم نے اس پیغمبر کو شعر سکھائے اور نہ یہ اس کے لائق ہے۔

فرمایا نہ تو ہم نے پیغمبر کو شاعری سکھائی نہ شاعری اس کے شایان شان نہ اسے شعر کوئی سے محبت نہ شعر اشعار کی طرف اس کی طبیعت کا میلان اسی کا ثبوت آپ کی زندگی میں نمایاں طور ملتا ہے کہ کسی کا شعر پڑھتے تھے تو بھی صحیح طور پر ادا نہیں ہوتا اور پورا یاد نہیں ہوتا تھا۔

حضرت شعبی فرماتے ہیں اولاد عبدالمطلب کا ہر مرد و عورت شعر کہتا جانتا تھا مگر رسول اللہ اس سے کوسوں دور تھے۔ ابن عساکر

ایک بار اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے یہ بیت پڑھی:

كفَىٰ بِالسَّلَامِ وَ الشَّيْبِ لِلْمَرْءِ نَاهِيَا

اس پر حضرت ابوبکرؓ نے کہا حضور! یہ اس طرح نہیں بلکہ یوں ہے کفَى الشَّيْبِ وَ السَّلَامِ لِلْمَرْءِ نَاهِيَا۔

پھر حضرت ابوبکرؓ نے ہی یا حضرت عمرؓ نے فرمایا صحیح آج آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اللہ تعالیٰ نے صحیح فرمایا و ما علمنه الشعر

و ما ينبغي له۔ ابن ابی حاتم

ابوداؤد میں ہے کہ کسی کا پیٹ پیپ سے بھر جانا اس کے لئے شعروں سے بھر لینے سے بہتر ہے۔ ابوداؤد

ابوداؤد میں حضورؐ کا ارشاد ہے:

یاد رہے کہ شعر کوئی کی کئی قسمیں ہیں مشرکوں کی جو میں شعر کہنے شروع ہیں۔ بعض اشعار نصیحتِ ادب اور حکمت کے لئے

ہوتے ہیں جیسے کہ جاہلیت کے زمانے کے شعراء کا کلام میں ایسے اشعار پائے جاتے ہیں۔

ابوداؤد میں حضور کا ارشاد ہے:
بعض بیان مثل جادو کے ہے اور بعض شعر سراسر حکمت والے ہیں۔

... إِنَّ هُوَ إِلَّا نِكْرٌ وَقِرْآنٌ مُّبِينٌ (٦٩)

وہ صرف نصیحت اور واضح قرآن ہے۔

پس فرمان ہے کہ جو کچھ ہم نے انہیں سکھایا ہے وہ سراسر ذکر و نصیحت اور واضح صاف اور روشن قرآن ہے۔ جو شخص ذرا سا بھی غور کرے اس پر یہ کھل جاتا ہے تاکہ روئے زمین پر چنے لوگ موجود ہیں یہ ان سب کو آگاہ کر دے اور ڈرادے۔ جیسے فرمایا:

لَا نُنذِرَكُمْ بِهِ وَمَنْ بَلَغَ (6:19)

تاکہ میں تمہیں اس کے ساتھ ڈرادوں اور جسے بھی یہ پہنچ جائے۔

اور آیت میں ہے:

وَمَنْ يَكْفُرْ بِهِ مِنَ الْأَحْزَابِ فَلِنَارٍ مَّوْعِدُهُ (11:17)

جماعتوں میں سے جو بھی اسے نہ مانے وہ سزا اور دوزخ ہے۔

لِيُنذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكَافِرِينَ (٧٠)

تاکہ وہ ہر اس شخص کو آگاہ کر دے جو زندہ ہے اور کافروں پر حجت ثابت ہو جائے۔

ہاں اس قرآن سے اور نبی کے فرمان سے اثر وہی لیتا ہے جو زندہ دل اور صاف باطن ہو عقل و بصیرت رکھتا ہو اور قول عذاب تو کافروں پر ثابت ہی ہے۔ پس قرآن مومنوں کے لئے رحمت اور کافروں پر اتمام حجت ہے۔

جانور اللہ کا بندوں پر انعام ہیں:

أَوْكَمْ يَرَوْنَ أَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِمَّا عَمِلَتْ أَيْدِينَا أَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مَالِكُونَ (٧١)

کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم نے اپنے ہاتھوں بنائی ہوئی چیزوں میں سے ان کے لئے چوپائے جانور بھی پیدا کر دیئے جن کے یہ مالک ہو گئے ہیں۔

وَدَلَّلْنَاهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوبُهُمْ وَمِنْهَا يَأْكُلُونَ (٧٢)

اور ان مویشیوں کو ہم نے ان کا تابع فرمان بنا دیا ہے

اللہ تعالیٰ اپنے انعام و احسان کا ذکر فرما رہا ہے کہ اس نے خود ہی یہ چوپائے پیدا کئے اور انسان کی ملکیت میں دے دیئے ایک چھوٹا سا بچہ بھی اونٹ کی کیل تمام لے اونٹ جیسا قوی اور بڑا جانور اس کے ساتھ ساتھ ہے۔ سوا اونٹوں کی ایک قطار ہوا ایک بچے کے ہانکنے سے سیدھی چلتی رہتی ہے۔ اس ماتحتی کے علاوہ بعض پر لمبے لمبے مشقت والے سفر یا آسانی جلدی جلدی طے ہوتے ہیں۔ خود سوار ہوتے ہیں اسباب لادتے ہیں بوجھ ڈھونے کے کام آتے ہیں۔ اور بعض کے گوشت کھائے جاتے ہیں۔

وَلَهُمْ فِيهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ ...

انہیں ان سے اور بھی بہت سے فائدے ہیں خصوصاً (دودھ کا) پینا۔

پھر صوف، اون بالوں اور کھالوں وغیرہ سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ دودھ پیتے ہیں اور بطور علاج کام میں آتے ہیں اور بھی طرح طرح کے فوائد حاصل کئے جاتے ہیں۔

... أَفَلَا يَشْكُرُونَ (۷۳)

کیا پھر بھی یہ شکرگزار ہی نہیں کریں گے۔

کیا پھر ان کو نہ چاہئے کہ ان نعمتوں کے منعم ان احسانوں کے محسن ان چیزوں کے خالق ان کے حقیقی مالک کا شکر بجالائیں؟ صرف اسی کی عبادت کریں اس کی توحید کو مانیں اور اس کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ کریں۔

اللہ سب کچھ جانتا ہے:

وَاتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ آلِهَةً لَعَلَّهُمْ يُنصَرُونَ (۷۴)

اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو معبود بنانے میں اس خیال سے کہ ان کی مدد کی جائے۔

مشرکین کے اس باطل عقیدے کی تردید ہو رہی ہے جو وہ سمجھتے تھے کہ جن جن کی سوائے اللہ تعالیٰ کے یہ عبادت کرتے ہیں وہ ان کی امداد و نصرت کریں گے۔ انکی روزیوں میں برکت دیں گے اور اللہ تعالیٰ سے تقرب حاصل ہوگا۔

لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَهُمْ وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحَضَّرُونَ (۷۵)

یقیناً ان میں ان کی مدد کی طاقت ہی نہیں، لیکن پھر بھی مشرکین ان کے لئے حاضر باش لشکری ہیں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ ان کی مدد کرنے سے عاجز ہیں ان کی مدد تو کجا وہ تو خود اپنی مدد بھی نہیں کر سکتے۔ بلکہ یہ بت تو اپنے دشمن کے نقصان سے بھی اپنے آپ کو نہیں بچا سکتے۔ کوئی آئے اور توڑ مروڑ کر بھی چلا جائے تو یہ اس کا کچھ نہیں کر سکتے۔ بلکہ بول چال پر بھی قادر نہیں سمجھ بوجھ نہیں ہے۔

یہ بت قیامت کے دن جمع شدہ حساب کے وقت اپنے عابدوں کے سامنے لا چاری اور بے کسی کے ساتھ موجود ہوں گے کہ مشرکین کی پوری ذلت خواری ہو اور ان پر جرح تمام ہو۔

حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ بت تو انکی کسی طرح کی امداد نہیں کر سکتے لیکن پھر بھی یہ بے سمجھ مشرکین ان کے سامنے اس طرح موجود رہتے ہیں جیسے کوئی حاضر باش لشکر ہو۔ وہ نہ انہیں کوئی نفع پہنچا سکیں نہ کسی نقصان کو دفع کر سکیں، لیکن یہ ہیں کہ ان کے نام پر مرے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ انکے خلاف آواز سننا نہیں چاہتے اور غصے سے بے قابو ہو جاتے ہیں۔

فَلَا يَحْزَنُكَ قَوْلُهُمْ إِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ (۷۶)

پس تجھے ان کی بات غمناک نہ کرے، ہم ان کی پوشیدہ اور علانیہ سب باتوں کو بخوبی جانتے ہیں۔

اے نبی! ان کفار کی باتوں سے آپ غمناک نہ ہوں۔ ہم پر ان کا ظاہر اور باطن روشن ہے۔ وقت آ رہا ہے کہ گن چن کر ہم انہیں بدلے دیں۔

جس نے پہلے بنایا وہ مردوں کو بھی زندہ کر سکتا ہے:

ابی بن خلف ملعون ایک مرتبہ اپنے ہاتھ میں ایک بوسیدہ کھوکھلی سڑی گلی ہڈی لیکر آیا اور اس کو اپنی چنگلی میں ملتے ہوئے جب کہ اس کے ریزے ہوا میں اڑ رہے تھے حضورؐ سے کہنے لگا آپ کہتے ہیں کہ ان ہڈیوں کو اللہ تعالیٰ زندہ کرے گا؟ آپ نے فرمایا:

نَعَمْ، يُمِيتُكَ اللهُ تَعَالَى، ثُمَّ يَبْعَثُكَ، ثُمَّ يَحْضُرُكَ إِلَى النَّارِ

ہاں اللہ تعالیٰ تجھے ہلاک کر دے گا پھر زندہ کر دے گا پھر تیرا حشر جہنم کی طرف ہوگا۔

اس موقع پر اس سورت کی آخری آیتیں نازل ہوئیں۔

اور روایت میں ہے کہ یہ اعتراض کرنے والا عاص بن وائل تھا اور اس آیت سے لے کر ختم سورہ تک کی آیتیں نازل ہوئیں۔

أَوَلَمْ يَرَ الْإِنْسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ نُطْفَةٍ ...

کیا انسان کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ ہم نے اسے نطفے سے پیدا کیا ہے؟

... فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُبِينٌ (۷۷)

پھر بھی یہ صریح جھگڑاؤ بن بیٹھا۔

لفظ انسان پر جو الف لام ہے وہ جنس کا ہے۔ جو شخص بھی دوسری زندگی کا منکر ہوا سے جواب ہے۔

مطلب یہ کہ ان لوگوں کو چاہئے کہ اپنی شروع پیدائش پر غور کریں۔ جس نے ایک حقیر و ذلیل قطرے سے انسان کو پیدا کر دیا

حالانکہ اس سے پہلے وہ کچھ نہ تھا پھر اس کی قدرت پر حرف رکھنے کے کیا معنی؟

اسی مضمون کو بہت سی آیتوں میں بیان فرمایا ہے جیسے:

أَلَمْ نَخْلُقْكُمْ مِنْ مَّاءٍ مَّهِينٍ

فَجَعَلْنَاهُ فِي قَرَارٍ مَكِينٍ - إِلَى قَدَرٍ مَعْلُومٍ (22-77:20)

کیا ہم نے تمہیں ذلیل پانی سے (منی سے) پیدا نہیں کیا؟ پھر ہم نے اسے مضبوط و محفوظ جگہ میں رکھا ایک مقررہ مدت تک۔

اور جیسے فرمایا:

إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ أَمْشَاجٍ (76:2)

بے شک ہم نے انسان کو ملے جلے نطفے سے امتحان کے لئے پیدا کیا

مسند احمد میں ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرتؐ نے اپنی ہتھیلی میں تھوکا پھر اس پر انگلی رکھ کر فرمایا:

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى:

إِنَّ أَدَمَ أَلَى تُعْجِزُنِي وَقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ مِثْلِ هَذِهِ، حَتَّى إِذَا سَوَيْتُكَ وَعَدَلْتُكَ، مَشَيْتَ بَيْنَ بُرْدَيْكَ، وَلِلْأَرْضِ
مِثْلِكَ وَنَيْدٌ، فَجَمَعْتَ وَمَنَعْتَ،

حَتَّى إِذَا بَلَغْتَ التَّرَاقِي قُلْتَ: أَتُصَدِّقُ، وَأَتَى أَوْ أُنُ الصَّدَقَةَ؟

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے ابن آدم! کیا تو مجھے بھی عاجز کر سکتا ہے؟ میں نے تجھے اس جیسی چیز سے پیدا کیا۔ پھر جب ٹھیک ٹھاک درست اور چست کر دیا اور تو ذرا کس بل والا ہو گیا تو تو نے مال جمع کرنا اور مسکینوں سے روک رکھنا شروع کر دیا۔ ہاں جب دم نذرے میں اٹکا تو کہنے لگا کہ اب میں اپنا تمام مال راہ اللہ میں صدقہ کرتا ہوں بھلا اب صدقے کا وقت کہاں؟

وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَنَسِيَ خَلْقَهُ ...

اور ہمیں کو باتیں مارنے لگا اور اپنی اصل پیدائش کو بھول گیا۔

... قَالَ مَنْ يُحْيِي الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ (۷۸)

کہنے لگا ان گلی سرڑی ہڈیوں کو کون زندہ کر سکتا ہے؟

الغرض نطفے سے پیدا کیا انسان حجت بازیاں کرنے لگا اور اپنا دوبارہ جی اٹھنا محال جاننے لگا۔ اس اللہ تعالیٰ کی قدرت سے نظریں پٹالیں جس نے آسمان وزمین کو اور تمام مخلوق کو پیدا کر دیا۔ یہ اگر غور کرتا تو علاوہ اس عظیم الشان مخلوق کی پیدائش کے خود اپنی پیدائش کو بھی دوبارہ پیدا کرنے کی قدرت کا ایک نشان عظیم پاتا۔ لیکن اس نے تو عقل کی آنکھوں پر ٹھیکری رکھ لی۔

قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ ...

تو جواب دے کہ انہیں وہ زندہ کرے گا جس نے انہیں اول مرتبہ پیدا کیا ہے۔

... وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ (۷۹)

جو سب طرح کی پیدائش کا بخوبی جاننے والا ہے۔

اس کے جواب میں کہہ دو کہ اول مرتبہ ان ہڈیوں کو جو اب گلی سرڑی ہیں جس نے پیدا کیا ہے وہی دوبارہ انہیں پیدا کرے گا۔ جہاں جہاں بھی یہ ہڈیاں ہوں وہ خوب جانتا ہے۔

قدرت الہی کی مشاہدہ میں دلیل:

الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ مِنَ الشَّجَرِ الْأَخْضَرِ نَارًا فَإِذَا أَنْتُمْ مِّنْهُ تُوقِدُونَ (۸۰)

وہی جس نے تمہارے لئے سبز درخت سے آگ پیدا کر دی جس سے تم اور آگ سلاگتے ہو۔

پھر اپنی قدرت کے مشاہدہ کے لئے اور اس بات کی دلیل قائم کرنے کے لئے کہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے مردوں کو بھی زندہ کر سکتا ہے بیست کو وہ مہلب کر سکتا ہے فرمایا کہ غور کرو کہ پانی سے میں نے درخت اگائے جو سبز اور شاداب ہرے بھرے پھل والے ہوئے۔ پھر وہ سوکھ گئے اور ان لکڑیوں سے میں نے آگ نکالی کہاں وہ تری اور خشک کہاں یہ خشکی اور گرمی؟ پس مجھے کوئی چیز کرنی بھاری نہیں۔ تر کو خشک کرنا خشک کو تر کرنا زندہ کو مردہ کرنا اور مردہ کو جلا دینا سب میرے بس کی بات ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ مراد اس سے **مرخ** اور **عفار** کے درخت ہیں جو حجاز میں ہوتے ہیں۔ ان کی سبز ٹہنیوں کو آپس میں رگڑنے سے ہتھمق کی طرح آگ نکلتی ہے۔ چنانچہ عرب میں ایک مشہور مثل ہے کہ **لکل شجر نار و استمجد المرخ و العفار**۔ حکماء کا قول ہے کہ سوائے انگور کے درخت کے ہر درخت میں آگ ہے۔

آسمان وزمین کا خالق مردوزن کو دوبارہ زندہ کر سکتا ہے:

اللہ تعالیٰ اپنی زبردست قدرت کا بیان فرما رہا ہے کہ اس نے آسمانوں کو اور ان کی سب چیزوں کو پیدا کیا۔ زمین کو اور اس کے اندر کی سب چیزوں کو بھی اسی نے بنایا ہے۔ پھر اتنی بڑی قدرتوں والا انسانوں جیسی چھوٹی مخلوق کو پیدا کرنے سے عاجز آجائے یہ تو عقل کے خلاف ہے۔ جیسے فرمایا:

لَخَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ أَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ (40:57)

آسمان وزمین کی پیدائش انسانی پیدائش سے بڑی اور اہم ہے۔

أُولَئِكَ الَّذِينَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِقَادِرٍ عَلَىٰ أَنْ يَخْلُقَ مِثْلَهُمْ ...

جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے کیا وہ ان جیسوں کے پیدا کرنے پر قادر نہیں؟

... بلی ...

بے شک قادر ہے۔

یہاں بھی فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ جس نے آسمان وزمین کو پیدا کر دیا کیا وہ انسانوں جیسی کمزور مخلوق کو پیدا کرنے سے عاجز آجائے گا؟ اور جب وہ قادر ہے تو یقیناً انہیں مار ڈالنے کے بعد پھر وہ انہیں جلا (زندگی) دے گا جس نے ابتدا پیدا کیا ہے اس پر اعادہ بہت آسان ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے:

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَلَمْ يَعْزُبْ عَنْهُ بَخْلٌ عَلَىٰ أَنْ يُحْيِيَ الْمَوْتَىٰ
بَلَىٰ إِنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (46:33)

کیا وہ نہیں دیکھتے کہ جس اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو بنا دیا اور انکی پیدائش سے عاجز نہ آیا نہ تھکا تو کیا وہ
مردوں کے زندہ کرنے پر قادر نہیں؟ بے شک قادر ہے۔

... وَهُوَ الْخَلَّاقُ الْعَلِيمُ (۸۱)

اور وہی تو پیدا کرنے والا دانا بینا ہے۔

إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ (۸۲)

وہ جب کبھی کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے اسے اتنا فرما دینا کافی ہے کہ ہو جاوہ اسی وقت ہو جاتی ہے۔

بلکہ وہ تو ہر چیز پر قادر ہے وہی پیدا کرنے والا اور بنانے والا ایجاد کرنے والا اور خالق ہے۔ ساتھ ہی دانا بینا اور رتی رتی
سے واقف ہے۔ وہ تو جو کچھ کرنا چاہتا ہے اس کا صرف حکم دے دینا ہی کافی ہوتا۔

مسند کی حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَقُولُ:

يَا عِبَادِي، كُلُّكُمْ مُذْنِبٌ إِلَّا مَنْ عَافَيْتُ، فَاسْتَغْفِرُونِي أَغْفِرْ لَكُمْ،

وَكُلُّكُمْ قَافِرٌ إِلَّا مَنْ أَغْنَيْتُ، إِنِّي جَوَادٌ مَاجِدٌ وَاجِدٌ أَفَعَلُ مَا أُنْشَاءُ،

عَطَانِي كَلَامٌ، وَعَذَابِي كَلَامٌ،

إِذَا أَرَدْتُ شَيْئًا فَإِنَّمَا أَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ

اے میرے بندو!

تم سب گنہگار ہو مگر جسے میں معاف کر دوں تم مجھ سے معافی طلب کرو میرا وعدہ ہے کہ معاف کر دوں گا

تم سب فقیر ہو مگر جسے میں غنی کر دوں میں جواد ہوں میں ماجد ہوں میں واجد ہوں میں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں

میرا انعام بھی ایک کلام ہے اور میرا عذاب بھی کلام ہے۔

میں جس چیز کو کرنا چاہتا ہوں کہہ دیتا ہوں کہ ہو جاوہ اور وہ ہو جاتی ہے۔

فَسُبْحَانَ الَّذِي بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ ...

پس پاک ہے وہ اللہ تعالیٰ جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہت ہے

ہر برائی سے اس جسی و قیوم کی ذات پاک ہے۔ جو زمین و آسمان کا بادشاہ ہے جس کے ہاتھ میں آسمانوں اور زمینوں کی

کنجیاں ہیں۔

... وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ (۸۳)

اور جس کی طرف سب لوٹائے جاؤ گے۔

وہ سب کا خالق ہے وہی اصلی حاکم ہے اسی کی طرف قیامت کے دن سب لوٹائے جائیں گے اور وہی عادل و منعم اللہ تعالیٰ انہیں سزا و جزا دے گا۔ اور جگہ فرمان ہے:

قُلْ مَنْ بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ (23:88)

پاک ہے وہ اللہ جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی ملکیت ہے۔

اور آیت میں ہے:

تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ (67:1)

کون ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا اختیار ہے۔

پس **ملک و ملکوت دونوں کے ایک ہی معنی ہیں۔** جیسے **رحمت و رحموت اور رھبت و رھوت اور جبر و جبروت۔**

حضرت حذیفہ بن یمان فرماتے ہیں کہ ایک رات میں تہجد کی نماز میں اللہ تعالیٰ کے رسول کی اقتداء میں کھڑا ہو گیا۔ آپ نے سات لمبی سورتیں سات رکعتوں میں پڑھیں۔ **سمع الله لمن حمده** کہہ کر رکوع سے سر اٹھا کر آپ یہ پڑھتے تھے:

الْحَمْدُ لِلَّهِ ذِي الْمَلَكُوتِ وَالْجَبْرُوتِ وَالْكَبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ

پھر آپ کا رکوع قیام کا مناسب ہی لہا تھا۔ اور سجدہ بھی مثل رکوع کے تھا۔ میری تو یہ حالت ہو گئی تھی کہ پیر ٹوٹنے سے لگے۔ ابو داؤد ان ہی حضرت حذیفہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم کو آپ نے رات کی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ آپ یہ دعا پڑھ کر پھر قرأت شروع کی:

الله اكبر الله اكبر ذی الملکوت والجبړوت والكبریاء والعیظمة

پھر پوری سورہ بقرہ پڑھ کر رکوع کیا اور رکوع میں بھی قریب قریب اتنی ہی دیر ٹھہرے رہے اور **سبحان ربی العظیم** پڑھتے رہے پھر اپنا سر رکوع سے اٹھایا اور تقریباً اتنی ہی دیر کھڑے رہے اور **لسبحة الحمد** پڑھتے رہے پھر سجدے میں گئے وہ بھی تقریباً قیام کے برابر تھا اور سجدہ میں حضور **سبحان ربی الاعلیٰ** پڑھتے رہے پھر سجدے سے سر اٹھایا۔

آپ کی عادت مبارک تھی کہ دونوں سجدوں کے درمیان بھی اتنی دیر بیٹھے رہتے تھے جتنی دیر سجدوں میں لگاتے تھے اور **رب اغفر لی رب اغفر لی** پڑھتے رہے۔ چار رکعتیں آپ نے ادا کیں۔

